www.shibliinternational.com

جون 2018

SIECT

ماہنامہ

صدائے شبلی حیدرآباد

Urdu Monthly **SADA E SHIBLI** Hyderabad

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

-/15 روپے

جون ۲۰۱۸ء

علمی، ادبی، سائنسی، مذہبی، سماجی اور معلوماتی شاہکار

جلد: ا۔ شمارہ: ۵

ماہنامہ

صدائے شبلی

حیدرآباد

مدیر: ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران: ڈاکٹر سراج احمد انصاری، ڈاکٹر عبدالقدوس، ابوہریرہ یوسفی

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، پروفیسر مظفر علی شہہ میری

حضرت رحمٰن جامی، پروفیسر محسن عثمانی ندوی پروفیسر ابوالکلام

پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

مولانا ارشاد الحق مدنی، مولانا محمد مساعد ہلال احیائی

اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ، محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق، ڈاکٹر حمران احمد، ڈاکٹر جاوید کمال

ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر غوثیہ بانو

ڈاکٹر سید امام حبیب قادری، ڈاکٹر سمیہ تمکین

ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ، ڈاکٹر محمد زبیر، ڈاکٹر مصطفیٰ خان

ابوہریرہ (اینکر: نیوز 18) محسن خان

قیمت فی شمارہ: 15

سالانہ: 150 - بیرونی ممالک: 50/ امریکی ڈالر

خصوصی تعاون: 1000

MOHD MUHAMID HILAL
A/c: 52023475202
Ifsc: SBIN0020413
Micr: 500002311 Branch: Dabeerpura Hyd

ماہنامہ "صدائے شبلی" حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرۃ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط و کتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352, B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Near Asfya Masjid Dabirpura Road, Purani Haveli,Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	اداریہ	ڈاکٹر محمد حامد ہلال اعظمی	5
۲	دیباچوں میں ذکرِ شبلی کا مطالعہ	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	6
۳	عید نام ہے خوشی کا	سیدہ تبسم منظور	8
۴	غزل	امان اللہ عارض	9
۵	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم	مولانا عبدالوحید ندوی	10
۶	قدیم و جدید تعلیم کا ایک حسین سنگم، شبلی	ادارہ	13
۷	جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو کے ادبی کارنامے	ماہتاب عالم فیضانی	14
۸	اصلاح مردوزن اور ہومیو پیتھی	ڈاکٹر رئیس احمد اعظمی	21
۹	احسن مفتاحی کا بیباک قلم اور اردو صحافت	ڈاکٹر مختار احمد فردین	23
۱۰	حیدرآباد کا سماجی نظام	ڈاکٹر غوثیہ بانو	25
۱۱	حضرت سید بابا شہاب الدین سہروردی عراقیؒ	حکیم سید شاہ محمد خیرالدین قادری صوفی	27
۱۲	غزل	احمد علی برقی اعظمی	28
۱۳	ہندوستان کے آن لائن اردو اخبارات	ڈاکٹر عبدالقدوس	29
۱۴	غیر مسلم کی شہریت اختیار کرنا	احمد نور عینی	33
۱۵	غزل	فراز ادیبی	36
۱۶	عید کے بعد بھی بندگی	مولانا محمد سالم	37
۱۷	آئی، پی، ایل سیزن ۱۱ میں مسلم کھلاڑیوں کی کارکردگی	ابوہریرہ ایوبی	40
۱۸	مولانا شبلی کی اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ	مبصر، پروفیسر علی احمد فاطمی	42

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے خصوصی معاونین

الحاج نواب **حیدر علی**، کنگ کوٹھی حیدرآباد......الحاج **عبد الولی**، آغا پورہ حیدرآباد

ڈاکٹر سید **جلیل حسین** ایم ڈی (علیگ) ٹولی چوکی حیدرآباد......الحاج **محمد عبد الستار** سیکھ ولیج سکندرآباد حیدرآباد

علی میاں احمد پٹھان رائے گڑھ (مہاراشٹر)......**علی احمد عبد اللہ** کونچالی، رائے گڑھ (مہاراشٹر)

الحاج **رئیس احمد اقبال** انجینئر، سیکھ ولیج سکندرآباد حیدرآباد...... **ابو سفیان** اعظمی، مقیم حال ممبئی۔

جناب قاضی **فیض الدین**، اپر توڑیل، مہاڈ، رائے گڑھ مہاراشٹرا۔

اداریہ

اللہ رب العزت کے خاص فضل وکرم اور آپ مخلصین کے تعاون سے ادارہ آپ کی خدمت میں ماہِ جون ۲۰۱۸ء کا شمارہ ''صدائے شبلی'' حیدرآباد، پیش کررہا ہے۔اسی ماہ کے وسط میں عیدالفطر ہے ادارہ تمام قارئین کی خدمت میں عید کی پرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ عید کی حقیقی خوشیاں اور برکتیں نصیب فرمائے (آمین)۔

جون ہی میں جدید تحقیقات کے مطابق ۴؍جون ۱۸۵۷ء کو علامہ شبلی نعمانی پیدا ہوئے۔اس سے قبل ان کی تاریخ پیدائش ۸؍مئی بعدہٗ ۳؍جون ۱۸۵۷ء قرار دی گئی تھی۔علامہ شبلی کو ان کی تاریخ پیدائش کے موقعہ پر ''صدائے شبلی'' کے دفتر میں دعائیہ اجتماع کے ساتھ یاد کیا گیا۔خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حاضرین کا یہ احساس رہا کہ ایک صدی سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد بھی علامہ شبلی کا تعمیری، علمی وفکری اثر آفاقیت کے ساتھ زندہ ہے۔ان کے مشن کو پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔امید ہے کہ اہل علم ودانش خاص طور پر متوجہ ہوں گے۔

اللہ نے انسانی فطرت کا خیال کرتے ہوئے مذہب اسلام میں دو دن خوشی کے رکھے ہیں، اگر دیکھا جائے تو دنیا کے تقریباً سبھی خطے میں لوگ اپنے اپنے رسم ورواج کے مطابق مخصوص خوشی کا دن متعین کرتے ہیں اور اس دن کو اپنی بساط کے مطابق ممکنہ حد تک شاندار اور قابل مثال بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔عیسائیوں میں کرسمس، بڑے دن وغیرہ ہیں۔ پارسیوں میں نوروز اور مہرجان کی عیدیں ہیں۔ ہندوؤں میں دیوالی، دسہرہ وغیرہ سینکڑوں تہوار ہیں۔ان مذاہب میں نسل، قوم، وطن اور شخصیت پرستی کا عنصر غالب ہے، جس کی وجہ سے افراط وتفریط پایا جاتا ہے، مگر مذہب اسلام میں عید کا تصور اللہ کا ذکر، عبادت ربانی، ضرورت مندوں کی خدمت، اتحاد واتفاق کا نمونہ، زندوں کے ساتھ اس خوشی کے موقعہ پر قبرستان جاکر مردوں کو یاد رکھنا وغیرہ۔حدیث نبویؐ ہے۔''یہ عید اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اس کی طرف جھکا، نہ کہ اس کی جس نے عمدہ اور نئے کپڑے پہن لیے۔

ملک میں گذشتہ ماہ کے کرناٹک کے اسمبلی اور مختلف مقامات پر ضمنی انتخاب کے نتیجے سے باشعور عوام کو ضرور یہ احساس ہوا ہوگا کہ برسر اقتدار اور بے اقتدار پارٹیاں کس طرح اقتدار کی کرسی پر براجمان ہونے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں عوام سے کچھ لینا دینا نہیں ہے بلکہ انہیں غیر ضروری جھوٹی باتوں میں الجھا کر ان کا مقصد صرف اور صرف اقتدار حاصل کرنا ہے اور اس کے پانے کے لیے میڈیا، عدلیہ انتظامیہ وغیرہ سے جائز وناجائز سودا کرنے اور کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں۔ مادر وطن کو کرپشن، کمیشن، عدم رواداری، بے روزگاری میں آگے بڑھا رہی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اہل علم اور باشعور عوام ملک کی موجودہ صورت حال کا سنجیدگی سے نوٹس لیں تاکہ مٹی کی محبت کا قرض اتر سکے۔

معزز قارئین! سابقہ رسالہ جو ایک حد تک رمضان المبارک پر مخصوص تھا، تعداد بھی زیادہ تھی، پسندیدگی کے ساتھ باذوق لوگوں نے قیمتاً خریدا اور صدائے شبلی کی ممبر سازی میں اضافہ ہوا۔ادارہ آپ کے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔امید ہے کہ اسی طرح کا تعاون جاری رہے گا (جزاکم اللہ خیرا الجزاء)

اس ماہ کا شمارہ کیسا لگا؟ آپ اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیں، خط لکھیں۔ان شاءاللہ آپ کے خطوط آئندہ رسالے میں شائع کیے جائیں گے۔ شکریہ

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

دیباچوں میں ذکرِ شبلی کا مطالعہ

علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷۔۱۹۱۴) کی عظیم الشان خدمات اور ان کی بلند پایہ شخصیت کا مطالعہ ایک صدی سے جاری ہے، ان کی گونا گوں خدمات اور کاوشوں کا دائرہ بے حد وسیع ہے اس لیے یقین ہے یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے۔ ان کی سیرت وشخصیت کے مطالعہ اب تک ۶۵ ؍ سے زاید کتابیں یونیورسٹیوں میں ۳۵ ؍ سے زاید ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات اور تیرہ سو سے زیادہ علمی، ادبی، سوانحی اور تعلیمی مقالات لکھے جا چکے ہیں اور اس وقت بھی کئی یونیورسٹیوں میں ان پر تحقیقی مقالے لکھے جا رہے ہیں۔

علامہ شبلی کے اثرات نسلوں پر محیط ہیں، ان کے معاصرین، احباب، تلامذہ اور دیگر مستفیدین کی تعداد بھی بہت ہے ان کی نشاندہی اور ان کا مطالعہ کا ایک بہت بڑا کام ہے۔ ابھی تک ان پر لکھی جانے والی کتابوں کا بھی تسلسل سے مطالعہ نہیں ہوسکا ہے اور نہ شبلی شناسی کے ارتقا کے جائزہ پر کوئی مطالعہ سامنے آیا ہے۔ ان کے بنیادی افکار پر البتہ بہت سے مضامین لکھے گئے ہیں، لیکن فکر شبلی کا یکجا ذکر بھی نہیں آسکا ہے۔ شبلی کا ذکر ان کے معاصرین کے خطوط میں بھی ہے ان کا مطالعہ بھی ایک موضوع ہوسکتا ہے۔

راقم نے علامہ شبلی کو منظوم خراج عقیدت پیش کرنے والوں پر ایک کتاب ''شبلی سخنوروں کی نظر میں'' مرتب کی تھی، اب ایک نئے مطالعے کا خیال پیدا ہوا ہے اور وہ ہے اہل علم اور ارباب کمال کی کتابوں میں جہاں شبلی اور ان کے فکر ونظر کا ذکر ہے ان کی نشاندہی کی جائے۔ ان کے خیالات کا تعارف کرایا اور ان کے نظریات کا تحقیقی وتنقیدی نقطہ نظر سے تجزیہ پیش کیا جائے، البتہ اس میں وہ مقدمے اور دیباچے شامل نہیں ہیں جو علامہ شبلی پر مستقل کتاب لکھتے ہوئے مصنفین نے لکھے ہیں۔ جیسے حیات شبلی یا بارگاہ شبلی وغیرہ کے مقدمات کا مطالعہ نہیں ہوگا۔

سرسید احمد خان کے قلم سے شبلی شناسی کا آغاز ہوا، اس لیے ہم اس سلسلہ کا آغاز بھی انہیں سے کرتے ہیں البتہ آئندہ اس میں کسی ترتیب کا خیال نہ ہوگا۔ جیسے جیسے مقدمات میں ذکر شبلی کی نشاندہی ہوگی ان پر اظہار خیال کا سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ اسے بعد میں جب کتابی صورت میں شائع کیا جائے گا، ان کا ذکر زمانی ترتیب پر ہوگا۔

سرسید احمد خان

سرسید احمد خان (۱۸۱۷۔۱۸۹۸ء) کی حیثیت شبلی کے ایک بڑے محسن اور مربی کی ہے، انہوں نے اولاً شبلی کے ذوق علم ومطالعہ کی آبیاری کی۔ اپنے قیمتی کتب خانہ سے استفادہ کی عام اجازت دی۔ شبلی کا علی گڑھ میں تقرر عربی فارسی کے پروفیسر کی حیثیت سے ہوا تھا مگر انہوں نے کالج میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کرایا۔ شبلی کا پہلا مقالہ ''مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم'' انہیں نے لکھوایا اور اس کی احباب سے ستائش کی اور اسے مدرسۃ العلوم کی طرف سے شائع کیا ان تاریخی مقالات کتب خانہ اسکندریہ اور انجزیہ وغیرہ کے سرسید بے حد مداح تھے۔ المامون کو انہوں نے مدرسۃ العلوم سے شائع کیا اور اس کے دوسرے ایڈیشن پر ایسا شاندار مقدمہ لکھا اور اپنے سے

چالیس سال چھوٹے شخص کی ایسی تحسین وستائش کی کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ یہاں اس کے تین مختصر اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔المامون میں علامہ نے حوالوں کا بہت اہتمام کیا ہے۔اس کے اہتمام کے بارے سرسید لکھتے ہیں۔

''مصنف نے کوئی ایسا بات نہیں لکھی، جس کا حوالہ معتبر ناقد سے نہ دیا ہو، ہر ایک جزئی بات پر بھی اس کتاب کا جس سے وہ بات لی گئی ہے حوالہ دیا ہے۔اس کے حاشیوں پر جس قدر حوالے ہیں ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں کس قدر جانکاہی ہوئی ہوگی اور مصنف کو کتنے ہزاروں ورق الٹنے پڑے ہوں گے''۔(المامون دیباچہ،ص:۳)

دوسری جگہ شبلی کی مؤرخانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے لائق مصنف نے اس بات کا بہت کچھ خیال رکھا ہے اور باوجود تاریخانہ مضمون ہونے کے ایسی خوبی سے اس کو ادا کیا ہے کہ عبارت بھی فصیح اور دلچسپ ہے اور تاریخانہ اصلیت بھی بدستور اپنی اصلی صورت پر موجود ہے جو خوبصورت سے خوبصورت ہے۔جو بھونڈی ہے، بھونڈی۔ نہ خوبصورتی کو زیادہ خوبصورت بنایا اور نہ بھونڈے پن کو بھونڈا اور درحقیقت یہی کمال تاریخ نویسی کا ہے''۔(ایضاً،ص:۲)

زبان وبیان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ کتاب اردو زبان میں لکھی گئی ہے اور ایسی صاف وشستہ اور برجستہ عبارت ہے کہ دلی والوں کو بھی اس پر رشک آتا ہوگا''۔(المامون دیباچہ،ص:۳)

جرجی زیدان

جرجی زیدان (۱۸۶۱-۱۹۱۴ء) ایڈیٹر ''الہلال'' مصری عالم عربی کا نامور اہل قلم گذرا ہے۔اس نے چار جلدوں میں تاریخ التمدن الاسلامی لکھی ہے۔ بظاہر یہ تمدن اسلامی کی تاریخ ہے لیکن درحقیقت یہ مسلمانوں کی تاریخ وتہذیب پر ایک حملہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زہر کے تریاق کے لیے علامہ شبلی نے ''الانتقاد'' لکھی، اس کے مفصل مطالعہ کے لیے راقم کی کتاب ''آثار شبلی'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جرجی زیدان علامہ شبلی کا ہم عصر اہل قلم تھا،اس نے جب اس تاریخ التمدن الاسلامی کا منصوبہ بنایا تو اسے تہذیب اسلامی کی تاریخ کا سراغ علامہ شبلی کے تاریخی مقالات کے مجموعہ رسائل شبلی سے ملا۔ اس کا اس نے اپنے مقدمہ میں اعتراف کیا ہے وہ لکھتا ہے:

''یورپ کی کتابوں میں عربوں کے جو قابل ذکر واقعات بیان ہوئے ہیں ان کا جو سراغ مجھ کو اصل عربی ماخذ میں نہیں ملتا تھا، اس وجہ سے اس کی صحت مجھ کو مشکوک معلوم ہوتی تھی، شاید یہ واقعات عہد وسطی کے یورپین سفرناموں سے ماخوذ ہیں اور اکثر واقعات محتاج تحقیق ہیں، مجھ کو اردو زبان میں لکھی ہوئی (شبلی) نعمانی کی کتاب رسائل شبلی ملی، جس میں مستند حوالوں کے ساتھ عرب کے مدارس، شفاء خانے، کتب خانے اور عربوں کی تصنیفات کا ذکر متعدد فصلوں میں ہے درحقیقت یہ ایک عظیم الشان تصنیف ہے، اس کے ذریعہ سے اس موضوع پر علماء کے آراء واقوال کو پڑھ کو جب میں نے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا اور امعان نظر سے واقعات کی جستجو کی تو مجھ کو حیرت انگیز تمدنی سرمایہ ہاتھ آیا۔ بالخصوص علم وادب کے میدان میں عربوں نے جو نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں یہ اسی کی تفصیل ہے''۔(تاریخ التمدن الاسلامی، ج:۳ مقدمہ،ص:۳-۴)

جاری.................

سیدہ تبسم منظور ناڈکر۔ممبئی

عید نام ہے خوشی کا!!!!

عید الفطر ہمارا ایک مذہبی تہوار ہے۔اس کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ہر سال آتی ہے اور بار بار آتی ہے اور تا قیامت آتی رہے گی۔عید کے معنی خوشی اور مسرت کے بھی ہیں۔عید الفطر کی مناسبت سے ایک اہم کام صدقہ فطر کی ادائیگی بھی ہے۔روزے کے دوران انسان سے جو بھی بھول یا غلطی کوتاہی ہوتی ہیاس کی تلافی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر روزوں کو بیہودہ اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے مقرر فرمایا۔(ابوداؤد:1609)۔

عید الفطر ہمارا بہت ہی خاص تہوار ہے جسے پوری دنیا کے مسلمان رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہونے پر مناتے ہیں۔عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔مسلمان رمضان المبارک کے انتیس یا تیس روزے رکھنے کے بعد شوال کی ایک تاریخ کو عید مناتے ہیں۔اسلامی مہینے کا آغاز رویت ہلال کے فیصلے کے بعد سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں عید الگ الگ دنوں میں منائی جاتی ہے۔عید الفطر کے دن نماز عید جامع مسجد یا عیدگاہ میں ادا کی جاتی ہے۔عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔

دنیا کے سبھی مذہب کے لوگ اپنی اپنی روایت کے مطابق اپنے تہوار مناتے ہیں۔ہم مسلمان سال میں دو تہوار مناتے ہیں۔دو عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ پورے ماہ روزے رکھ کر اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کر کیا اور اللہ کی عبادت اور قرآن پاک کی تلاوت کر کے ہر مومن اپنے دل میں خوشی محسوس کرتا ہے۔امیر ہو غریب ہو چھوٹا ہو بڑا ہو مرد ہو عورت ہو غرض ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق رمضان المبارک کے اختتام پر شان وشوکت سے عید الفطر مناتا ہے۔چاندرات کبھی انتیس یا کبھی تیس کو ہوتی ہے۔چاندرات کی وہ شام بھی کیا خوب ہوتی ہے۔۔۔۔۔انتظار ہوتا ہے کب آفتاب غروب ہو اور کب چاند کا دیدار ہو۔۔۔۔۔لوگ گھروں کی چھت پر چڑھ جاتے ہیں کوئی کھلے میدان میں نکل پڑتا ہے کہ عید کا چاند نظر آجائے۔چاند کا بڑی بے صبری سے انتظار ہوتا ہے۔ اس رات چاند اتنا باریک ہوتا ہے کہ نظر آنا مشکل ہو جاتا ہے۔اور اگر کسی کو نظر آجائے تو ہوا میں ایک صدا سی گونج اٹھتی ہے۔وہ رہا چاند۔۔وہ رہا چاند۔۔۔۔ کہاں ہے۔۔۔کہاں ہے۔۔۔کوئی کہتا یہاں دیکھو۔۔۔اس کے درخت کے اوپر دیکھو۔۔۔اس پول کے اوپر دیکھو۔۔۔۔اس قدر شور غل اور چہل پہل شروع ہو جاتی ہے مانو تاریک رات روشن ہو گئی ہو۔ بچوں کے چہرے خوشی سے چمکنے لگتے ہیں۔۔۔وہ پھولے نہیں سماتے۔۔۔لڑکیاں اپنے ہاتھوں میں مہندی رچانے لگ جاتی ہیں۔بچے، بوڑھے، جوان، خواتین۔۔۔۔ہر کوئی تیاری میں مصروف ہو جاتا ہے۔ کوئی اپنے کپڑوں کو استری کرتا۔۔۔ کوئی چھوٹا بڑا کرنے میں لگ جاتا ہے۔۔۔لڑکیاں چوڑی جھمکا ڈھونڈنے میں لگ جاتی ہیں۔۔۔آدھی رات تو یوں ہی آنکھوں آنکھوں میں گذر جاتی ہے۔

رمضان کے پورے تیس روزوں کے بعد آج عید کی صبح آئی ہے...بہت ہی خوبصورت اور رنگین صبح ہے جو پوری شب کے لمبے انتظار کے بعد آفتاب کی پہلی سنہری کرن کے

ساتھ درختوں پر کھیتوں پر ہر طرف کچھ عجیب سا سماں بنائے ہے۔۔۔نور ہی نور بکھرا ہے۔۔۔آسمان پر بھی خوب رونق سجی ہے۔آج کا آفتاب بھی کتنا پیارا لگ رہا ہے گویا دُنیا کو عید کی خوشی پر مبارکباد دے رہا ہے۔ چرند پرند بھی جیسے خوشی سے جھوم رہے ہوں۔۔۔آج ہوا بھی پر لطف ہو کر ہر طرف خوشبو بکھیر رہی ہے۔صبح ہی صبح سب نہا دھو کر تیار ہو گئے۔گھر گھر میں سویاں اور نہ جانے کتنے طرح طرح کے پکوان پکنے لگے۔مرد حضرات عید کے نئے کپڑے پہن کر وقت مقررہ پر عید گاہ پہنچے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد مسلمان عاجزی وانکساری اتحاد اور بھائی چارگی کے جذبے سے مسرور ہو کر اللہ رب کائنات کی بارگاہ میں سجدہ ریزہ ہو کر شکر بجالاتے ہیں۔۔ ہر کوئی عید گاہ میں ہی خوشی سے گلے مل کر عید کی مبارکباد پیش کر رہے ہوتے ہیں۔۔۔کوئی بھی ہو دوست، دشمن، امیر، غریب کا فرق نہیں۔گھر پہنچ کر گھر والوں سے عید مل کر پاس پڑوس میں عید ملنے جاتے ہیں۔ بچوں کے چہرے خوشی سے روشن ہوتے ہیں۔۔۔اپنے بڑوں سے عیدی کے لئے تقاضے کرتے ہیں۔۔۔بچوں کا یہ سلسلہ تو پورا دن چلتا ہے۔عید الفطر گھر میں مسرت لاتی ہے۔۔۔ ہر آنگن خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔اور صحیح معنوں میں عید نام ہی ہے خوشی کا روٹھوں کو منانے کا۔۔۔ بچھڑوں کو ملانے کا۔۔۔۔صلہ رحمی کا۔۔۔۔۔رنجش دور کرنے کا۔عید آتی ہے خوشیوں کو آباد کرنے۔۔۔خواہشوں۔۔۔تمناؤں۔۔۔خوابوں کو حقیقت کا جامہ پہنانے۔اپنی خوشی میں غریبوں، یتیموں، بے سہارا لوگوں کو بھی شامل کریں۔۔۔اور سب کے ساتھ خوشیاں، محبتیں اور مسکراہٹیں بانٹیں۔۔۔۔ یا اللہ عید کے اس خوشی کے دن ہر مومن کا دامن خوشیوں سے بھر دے۔۔۔کوئی غم باقی نہ رہے۔۔۔ ہر آنگن خوشی سے مہکتا رہے۔

غزل

امان اللہ عارض

چار جانب دھواں ہے غزل کیا کہوں
جل رہا گلستاں ہے غزل کیا کہوں

کیا رہینگے سدا شاد اہلِ وطن
بس یہ سارا گماں ہے غزل کیا کہوں

دیکھ کر اس کے چہرے کی افسردگی
گنگ میری زباں ہے غزل کیا کہوں

آگ کس نے لگائی چمن در چمن
دھندلا دھندلا سماں ہے غزل کیا کہوں

کچھ تو فرمایئے واعظِ محترم
میری بوتل کہاں ہے غزل کیا کہوں

میں نے ڈھونڈھا ہے عارضؔ بہت دور تک
زہد و تقویٰ کہاں ہے غزل کیا کہوں

☆☆☆

مولانا عبدالوحید ندویؔ، حیدرآباد

حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلّم

پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت کا آفتاب جس قوم میں طلوع ہوا وہ ایک ''اُمیّ'' قوم تھی، اس میں شبہ نہیں کہ عرب کا بڑا ملک، عرب کا بڑا حصہ جہالت اور ناخواندگی کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تھا اور نہ صرف علم کی دولت سے محروم تھا بلکہ اس کی اہمیت، اس کی عظمت اور اس کی ضرورت سے بھی نابلد تھا، یہ وہ حالات تھے جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی جس میں قلم کے ذریعہ تعلیم دینے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، '' عَلَّمَ بِالْقَلَمِ '' .

غرض یہ کہ آپ ﷺ دنیا میں علم کا چراغ بن کر آئے اور اس جہالت کو اپنا نشانہ بنایا جس کی سایہ میں برائیاں پنپتی ہیں، اسی لئے قرآن مجید نے آپ ﷺ کی جس حیثیت کو زیادہ نمایاں کیا ہے وہ یہی ہے کہ آپ ''معلم'' ہیں، اور انسانیت ''متعلم''۔

محمد صلی اللہ ﷺ کی بعثت و تعلیم کے مقاصد جہاں قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں، وہاں صراحتا ان چار چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، ۱۔تلاوت قرآن، ۲۔تعلیم کتاب، ۳۔تعلیم حکمت، ۴۔تزکیہ نفوس۔

چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے:۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین (الجمعہ)

وہی خدا ہے جس نے بھیجا امیوں میں ایک رسول، انہی میں سے جو ان کو پڑھ کر سناتا ہے اس کی آیتیں اور ان کو پاک کرتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، بیشک یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے، اور قرآن میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکون تعلمون (البقرہ)

جیسا کہ ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا ہے، اور تمہیں کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اور تمہیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

جب ہم ان آیتوں پر غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن صفات کے پیغمبر کے لئے دعا کی تھی آنحضرت ﷺ بعینہ اسی صفات کے ساتھ مبعوث ہوئے اور آپ نے اُمیوں کے اندر عملا وہ سارے کام انجام دئے جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔

ان آیات میں آپ ﷺ کے تین فرائض بیان کئے گئے ہیں،

۱۔ تلاوت قرآن

۲۔ تعلیم کتاب وحکمت

۳۔ تزکیہ

ان ساری چیزوں کی تعلیم کے لئے آپ ﷺ بحیثیت ایک خدائی

معلم کے مامور تھے ، اور آپ ﷺ نے بحیثیت معلم کتاب وحکمت ہونے کے بتائی ہیں۔

اور یہ خیال بڑا مغالطہ انگیز ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فریضہ منصبی بحیثیت رسول کے صرف یہ تھا کہ آپ لوگوں کو قرآن پہونچادیں، قرآن کا پہونچادینا آپ کے فرائض منصبی کا ایک جزتھا، اس کے علاوہ آپ کی یہ ذمہ داری بھی تھی کہ آپ ایک معلم کی طرح لوگوں کو اس قرآن کی تعلیم دیں، اس کے مضمرات، اس کے اجمالات واشارات اور اس کے اسرار وحقائق لوگوں پر واضح کردیں۔

دین میں اخلاق کا درجہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر بہت زور دیا ہے اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتلایا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے اور اخلاق سے اپنی حفاظت کرے رسول اللہ کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کو انسانوں کا تذکیہ کرنا ہے ویزکیھم اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے، حادیث کی کی مختلف کتابوں میں آپ سے یہ مضمون روایت کیا گیا ہے کہ "میں اخلاق کی صلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں یعنی اصلاح کا کام میری بعثت کے اہم مقاصد میں سے ہے، اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اسکی اپنی زندگی بھی قلبی سکون اور خوشگواری کے ساتھ گذرے گی اور دوسروں کے لئے اس کا وجود رحمت اور چین کا سامان ہوگا، قال رسول اللہ ﷺ ان من خیارکم احسنکم اخلاقا ،رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں، (بخاری، مسلم)

حضرت عمر بن عاص العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر دو مجلسوں پر ہوا جو آپ کی مسجد میں قائم تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں مجلسیں خیر کی اور نیکی کی مبارک مجلسیں ہیں، یہ لوگ اللہ سے دعا اور مناجات میں مشغول ہیں، اللہ چاہے تو عطا فرمادے اور چاہے تو عطا نہ فرمائے، اور دوسری مجلس کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ علم دین حاصل کرنے میں اور نہ جانے والوں کو سکھانے میں لگے ہیں، لہذا ان کا درجہ بالاتر ہے، اور میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں، پھر آپ انہی میں بیٹھ گئے۔ (دارمی)۔

رسول اللہ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں، اور آپ کی تعلیم ساری دنیا کیلئے آب رحمت ہے، آپ ﷺ نے اللہ کی عام مخلوق اور عام انسانوں کے ساتھ ترحم اور حسن سلوک کے بارے میں بہت پیاری نصیحتیں فرمائی ہیں۔

احسان:

احسان کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ اپنی طرف سے بھلائی کی جائے خواہ اس طرح کہ اس کو کوئی چیز بطور تحفہ دی جائے یا اس کا کوئی کام کردیا جائے اس کو آرام پہنچایا جائے، یا کوئی ایسا کام کیا جائے جو اس کے لئے خوشی اور مسرت کا باعث ہو، یہ سب صورتیں احسان کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے امت کو ان سب کی ترغیب دی ہے:

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے، پس اللہ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان بندوں سے ہے جو اس کی عیال (مخلوق) کے ساتھ احسان کریں۔

ایثار:

احسان کا ایک اعلی درجہ یہ ہے کہ آدمی ایک چیز کا خود ضرورتمند ہو لیکن جب کوئی دوسرا حاجت مند اس کے سامنے آجائے تو وہ چیز اس کو دیدے اور خود تکلیف اٹھالے، اسی کا نام ایثار ہے۔ اور بلا شبہ انسانی اخلاق میں اس کا مقام بہت بلند ہے، رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل بھی یہی تھا، اور دوسروں کو بھی آپ اس کی تعلیم اور ترغیب دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت اور آپ کے عملی نمونہ نے صحابہ کرام میں ایثار کی حد درجہ صفت پیدا کردی تھی، قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے انصار کی اسی صفت اور اسی سیرت کی مدح ان الفاظ میں کی گئی ہے، **ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة** (حشر)

معاشرتی زندگی میں آپ ﷺ کی تعلیم:

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضرت: اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ، وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ اور دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح ماں باپ کی فرمانبرداری اور راحت رسانی کی اعلی درجہ کی نیکی قرار دیا ہے (جو جنت اور رضاء ے الٰہی کا خاص وسیلہ ہے) اسی طرح ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو اکبر الکبائر یعنی بدترین اور خبیث ترین گناہوں میں سے بتلایا ہے، چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون گناہ ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

خدا کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

اسلامی تعلیم میں والدین کے علاوہ دوسرے اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر بھی بہت زور دیا گیا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو اور دنیا میں اس کی عمر زیادہ ہو تو وہ اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کرے (بخاری، مسلم)

اس کے برعکس دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قطع رحمی کرنے والا (یعنی رشتہ داروں اور اہل قرابت کے ساتھ برا سلوک کرنے والا) جنت میں نہ جاسکے گا۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں اور اللہ کے نزدیک صلہ رحمی کی کتنی اہمیت ہے اور قطع رحمی کس درجہ کا گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں نہیں جاسکے گا، جب اس کو سزا دے کر پاک کردیا جائے گا یا کسی وجہ سے اس کو معاف کردیا جائے گا تو جاسکے گا، جب تک ان دونوں میں کوئی ایک بات نہ ہو جنت کا دروازہ اس کے لئے بند رہے گا۔

پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیم:

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے اللہ کی طرف سے برابر وصیت کرتے رہے

یہاں تک میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دیں گے (بخاری، مسلم)۔

اور ایک جگہ دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون نہ ہوں، (مسلم)

الغرض زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ کی تعلیمات کے رہنما اصول موجود ہیں، جو قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتی ہیں، اللہ تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر مکمل عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

قدیم وجدید تعلیم کا ایک حسین سنگم

یوم پیدائش علامہ شبلی کے موقعہ پر شبلی سینٹر میں خصوصی تقریب
نامور صحافی وایڈیٹر عالمگیر رضوی، ڈاکٹر ضیاء احمد قادری، ابوہریرہ، ڈاکٹر
مختار احمد فردین، ڈاکٹر حمران احمد، خیرات علی کا خطاب
زیرنگرانی ایڈیٹر صدائے شبلی حیدرآباد۔

جدید تحقیقات کے مطابق اردو زبان وادب کے عظیم مصنف، شاعر، متکلم اور مورخ علامہ شبلی نعمانی کی تاریخ پیدائش ۴؍جون ۱۸۵۷ء ہے۔ اس پرمسرت موقع پر حیدرآباد میں واقع شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹبل ٹرسٹ کے زیراہتمام ایک افطار پارٹی کا انعقاد عمل میں آیا اور اس تقریب میں کئی شخصیات نے شرکت فرمائی۔

اس تقریب میں جہاں ایک طرف ٹرسٹ کی جانب سے شائع ہونے والا علمی وادبی ماہنامہ ''صدائے شبلی'' ماہ مئی کی رسم اجراء عالمگیر رضوی اور مختار احمد فردین کے ہاتھوں عمل میں آئی وہیں دوسری طرف شرکاء نے بہت مختصر وقت میں کئی امور پر تبادلہ خیال کیا آج کی اس محفل کے مہمان خصوصی نیوز ۱۸ کے ایڈیٹر عالمگیر رضوی، ڈاکٹر ضیاء احمد قادری اور سینئر نیوز اینکر ابوہریرہ، ڈاکٹر مختار احمد فردین اور خیرات علی، ڈاکٹر حمران احمد اس تقریب سے مخاطب کیے صدارت ڈاکٹر مولانا محامد ہلال اعظمی ایڈیٹر صدائے شبلی اس موقع پر عالمگیر رضوی اور ڈاکٹر مختار احمد فردین، ابوہریرہ نے علامہ شبلی جیسی عبقری شخصیت جدید وقدیم تعلیم کا ایک حسین سنگم تھی، علامہ شبلی نے جدید وقدیم کی مثبت چیزوں کو لیا اور بڑے خلوص کے ساتھ اپنے مشن میں لگے رہے۔ خلوص ہی کا نتیجہ تھا کہ علامہ نے دانشوروں وادیبوں کی ایک ایسی ٹیم تیار کردی جس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے، اس کی ایک زندہ مثال اعظم گڑھ اترپردیش میں دار المصنفین ہے، ڈاکٹر مختار احمد فردین نے ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی کے کاوشوں کو سراہا اور اس موقعہ پر گلوں کے ہار سے ان کی تہنیت کی گئی۔

اس پرمسرت موقع پر ٹرسٹ کے چیئرمین ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی نے اپنی صدارتی خطبہ میں کہا کہ علامہ شبلی نعمانی قدیم وجدید تعلیم کے ایک حسین سنگم تھے جس فکر کو لے کر آج ہم انکی یوم پیدائش پر جمع ہوئے ہیں، انہی فکروں کو آج کی نئی نسل کو واقف کرانے کی اشد ضرورت ہے ڈاکٹر حمران احمد معروفی اور خیرات علی ایڈیٹر نیوز ٹائمس نے شکریہ کے فرائض انجام دیئے۔

☆☆☆☆☆

مہتاب عالم فیضانی احمد آباد گجرات
اسکالر شعبۂ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد

جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو کے ادبی کارنامے

جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ اردو میں تحقیقی کارناموں پر نظر ڈالنے سے قبل میں جامعہ کے قیام پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا بہتر سمجھتا ہوں۔ ۱۹۱۱ء میں نواب میر علی عثمان علی خاں کی تخت نشینی کے بعد ریاست میں مختلف ومتعدد سیاسی اور انتظامی اصلاحات عمل میں آئیں جن میں تعلیمی شعبوں کو نسبتاً غیر معمولی اہمیت دی گئ۔ چونکہ اس وقت مملکت کی سرکاری زبان ''اردو'' تھی اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس کا ذریعۂ تعلیم اردو ہو۔ چنانچہ اردو جامعہ کے قیام کے لیے ایک تحریک چلائی گئ جس کے نتیجے میں ۲۶/ اپریل ۱۹۱۷ء میں ایک فرمان جاری ہوا جس میں ایک جامعہ کے قیام کا حکم تھا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ ''جامعہ کی خاص خصوصیت یہ ہوگی کہ تمام علوم کی درس وتدریس اردو زبان میں ہوگی'' (داستان ادب، حیدر آباد، محی الدین قادری زور، ص ۱۸۸)۔ تمام منشورات وفرامین پر عمل کرتے ہوئے ۱۹۱۹ء تک جامعہ عثمانیہ میں باقاعدہ جماعتوں کا آغاز کر کے درس وتدریس کا کام شروع ہوگیا۔

چونکہ اس مقالے میں میرا خاص مقصد جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو کے تحقیقی، تنقیدی اور ادبی کارناموں کو اجاگر کرنا ہے اس لیے جامعہ عثمانیہ کے شعبہ اردو کے ایم۔اے سے بات شروع کروں گا۔ کیوں کہ شعبۂ اردو میں ایم۔اے کے آخری سال میں اختیاری مضمون کے بجائے مقالے تحریر کروایے جاتے تھے اور یہی مقالے شعبۂ اردو میں ادبی تحقیق وتنقید کی بنیاد بنے تھے۔ جامعہ میں شعبۂ اردو کا قیام (سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ) رضی الدین صدیقی کے مطابق ۱۹۲۳ء میں ہو چکا تھا۔ وہ اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں:

''ایم۔اے کی تعلیم کا آغاز ۱۹۲۳ء میں ہوا۔ ابتدا میں صرف چند ہی مضامین یعنی ریاضی، اردو، فارسی، عربی اور تاریخ میں ایم۔اے کی تعلیم ا نتظام کیا گیا تھا۔(رضی الدین صدیقی، تعلیمی پروگرام، مشمولہ جامعہ عثمانیہ، کراچی۔ص ۳۱)''۔

لیکن شعبۂ اردو میں پہلا مقالہ ۱۹۳۴ء میں ملتا ہے۔ مقالہ لکھنے کا یہ سلسلہ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۹ء تک جاری رہا اس کے بعد دوسری مرتبہ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۶ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس درمیان میں بہت ہی اہم موضوعات پر مقالے لکھے گئے۔ ان مقالوں کی فہرست اس مضمون میں شمار کرانا باعث طوالت ہوگا اس لیے میں نے فہرست کو شامل نہیں کیا۔ پھر بھی برائے معلومات آپ ان مقالوں کی فہرست ڈاکٹر آمنہ تحسین کی کتاب ''حیدر آباد میں اردو ادب کی تحقیق'' کے صفحہ نمبر ۹۰ پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

شعبۂ اردو میں پی۔ایچ۔ڈی کی ابتدا سے پہلے یونیورسٹی میں تحقیق کو فروغ دینے کے لیے ایک مجلس کا قیام عمل میں آیا جس کا نام ''مجلسِ تحقیقاتِ علمیہ'' تھا۔ یہ مجلس پوری یونیورسٹی میں تحقیقی کاموں کے لیے قائم کی گئ تھی۔ اس مجلس کے تحت اردو میں صرف ایک ہی مقالہ لکھا گیا۔ یہ مقالہ شیخ چاند نے ''سودا'' پر مولانا عبدالحق کی نگرانی میں لکھا تھا جو کہ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ اس مقالے کی اہمیت کے بارے میں مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی فرماتے ہیں:

''میں اپنی محدود واقفیت کے بنا پر یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ پی۔ ایچ۔ ڈی ڈگری پانے والوں میں بھی کمتر ایسا مقالہ لکھنے پر قادر ہو سکے ہوں گے''۔
(تبصرہ مقالہ ''سودا'' مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی، حیدرآباد ۱۹۳۶ء)۔

مذکورہ مجلس کی تحت عام طور پر ایسے عنوانات برائے تحقیق دیے جاتے تھے جن پر مشترکہ طور پر کام کیا جاتا تھا۔ اور کبھی کبھی فی کس ایک ہی عنوان دیا جاتا تھا۔

جامعہ میں پی۔ ایچ۔ ڈی پروگرام کی ابتدا ''مجلس تحقیقاتِ علمیہ'' کے قیام کے چند سال بعد تقریباً ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ اسی کے ساتھ اردو میں بھی پی۔ ایچ۔ ڈی شروع ہوئی۔ شعبۂ اردو میں سب سے پہلے رشید الحسن نے ''اردو میں ہندی عناصر'' کے موضوع پر پروفیسر سید سجاد کی نگرانی میں کام کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر یہ مقالہ شائع نہیں ہو پایا۔ اس لیے ۱۹۴۶ء میں ''اردو غزل کا ارتقا'' پر مقالہ تحریر کرنے والے'' حفیظ قتیل'' کو جامعہ عثمانیہ کے اردو کے پہلے پی۔ ایچ۔ ڈی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (مجلّہ عثمانیہ، حیدرآباد، ص ۵۸)۔

شعبۂ اردو میں جتنے بھی مقالے لکھے گئے ان میں تقریباً مقالے اہم اور گراں قدر ہیں۔ شعبۂ اردو میں تحقیق وتنقید شدہ مقالوں پر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اردو زبان و ادب کا کوئی بھی موضوع یہاں تحقیق اور تنقید کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا۔ قدیم ادب کے ساتھ جدید اصناف کو بھی تحقیق کا موضوع بنایا گیا۔ اس تحقیق کے ذریعے دکن میں پائے جانے والے اردو کے اولین نمونوں سے اردو دنیا کو روشناس کرایا گیا۔ تحقیق کے علاوہ تدوین متن کے بے شمار کام انجام دیے گئے جس سے اردو ادب کے مواد میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ لسانیات ہو کہ قدیم ادب کی بازیافت، متون کی ترتیب ہو کہ ادب کی مختلف اصناف، ادبی اشخاص پر تحقیق ہو کہ ادبی تاریخیں، گمشدہ قدیم دکنی اور اردو ادب کی تلاش ہو کہ ان کی درستگی ان سب پر محققین نے کافی تلاش وجستجو اور محنت کی اور کئی پوشیدہ اور پنہا گوشوں کو منظر عام پر لائے جس سے اب تک اردو دنیا ناواقف تھی۔

دکن کے علاوہ ہندوستان کے دیگر علاقوں میں موجود اردو کے قدیم شہ پاروں کو منظر عام پر لانا اور اس کو مفید بنانا ایک بہت ہی اہم اور بڑا کام تھا جس کی لیے شعبۂ اردو سے منسلک بابائے اردو مولوی عبدالحق نے غیر معمولی خدمات انجام دیے اور پھر شعبۂ اردو کے صدر پروفیسر مسعو حسین خاں نے اپنے ساتھی اساتذہ کے ساتھ مل کر ایک فارم بنایا تا کہ قدیم ادب کو جدید طریقے سے مرتب کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ دارالترجمہ، وضعِ اصطلاحات اور دیگر کارناموں کی طرح قدیم ادب کو جدید سائنٹیفک طریقے سے مرتب کرنے کے لیے ''قدیم اردو'' کے نام سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ ایک بڑا کارنامہ تھا۔ ۱۹۶۵ء میں پروفیسر مسعود حسین خان نے شعبۂ اردو کے دیگر اساتذہ کے ساتھ مل کر قدیم متون کو جدید انداز میں مدون کرنے کا جو بیڑا اٹھایا تھا اس کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں:

''کسی زبان کے ادب کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی تصانیف کے تحقیقی ایڈیشن مقدمات اور حواشی کے ساتھ مرتب کیے جائے تا کہ زبان وادب کی تاریخ محفوظ رہ سکے۔ یونیورسٹی کے قیام کے بعد اردو ادب کی تاریخ کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ چیدہ چیدہ کام کے ذریعے کئی ایک بیش بہا اردو کے خزانے باہر نکل کر آئے۔ لیکن پھر بھی اس کے لیے ایک منظّم کوشش کی ضرورت تھی۔ اس لیے عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو نے طے کیا کہ'' قدیم اردو'' کے نام سے مخطوطات کو سائنٹیفک انداز میں شائع کیا جا سکے۔ اس لیے ۱۹۶۵ء میں پہلی بار اس کی اشاعت عمل میں آئی'' (قدیم اردو ج اول، مسعود حسین خان، ۱۹۶۵ء)۔

قدیم اردو کے نام سے قدیم ادب کو جدید انداز میں

مرتب کر کے شائع کرنا میرے خیال سے اردو ادب کے تشنگان پر احسان ہے۔ چونکہ قدیم اردو کے ذریعے اردو اور دکنی ادب کے وہ شہ پارے ہمارے سامنے آئے جو ہمارے لیے سرمائے افتخار ہیں۔

قدیم اردو کی کل چھے جلدیں شائع ہوئیں ہیں۔ جس میں پہلی جلد پروفیسر مسعود حسین خان نے ۱۹۶۵ء میں جامعہ عثمانیہ شعبہ اردو سے شائع کی، جس میں درج ذیل متون مرتب کیے گئے تھے:

مینا ست ونتی (غواصؔ) مرتبہ (ڈاکٹر غلام عمر خان)، کلامِ معظم بیجا پوری مرتبہ (ابونصر محمد خالد)، سیرت نامہ (فیروزؔ) مرتبہ (مسعود حسین خان)، بکٹ کہانی (محمد افضل) مرتبہ (مسعود حسین خان اور نورالحسن ہاشمی)، کشف الوجود (سید داول) مرتبہ (اکبر الدین صدیقی)، نادر غزلیات (حسن شوقی) مرتبہ (حسینی شاہد)، نادر دکنی رباعیات مرتبہ (سیدہ جعفر) یہ وہ متون ہیں جنہیں قدیم اردو کی پہلی جلد میں مرتب کر کر شائع کیا گیا تھا۔

قدیم اردو کی دوسری جلد بھی پروفیسر مسعود حسین خان کی نگرانی میں ہی ۱۹۶۷ء میں شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ سے شائع ہوئی جس میں ان درج ذیل متون کو ترتیب دیا گیا تھا۔ لیلی مجنو (عاجز) مرتبہ (غلام عمر خان)، شمائل الاتقیاء (انتخاب) میراں یعقوب کی، مرتبہ (بدیع حسینی)، نایاب کلام (غواصیؔ) مرتبہ (مسعود حسین خان)، ابلیس نامہ مرتبہ (اکبرالدین صدیقی اور سید مبارزالدین رفعت)۔ ۱۹۶۹ء میں ''قدیم اردو'' کی تیسری جلد شائع ہوئی اور ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے جانمؔ کا ارشاد نامہ مرتب کر کے قدیم اردو کی ایک اور جلد شائع کی۔ سن ۷۱ کے بعد تقریباً ۱۵ سالوں تک قدیم اردو کا کوئی سلسلہ منظر عام پر نہیں آیا۔ پھر ۱۹۸۶ء میں پرفیسر سیدہ جعفر نے ایک اور جلد شائع کی جس میں مثنوی ''ماہ پیکر'' اور دیگر متون شامل تھے۔ اس طرح اگر ہم ''قدیم اردو'' کے ادوار پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قدیم اردو کی اشاعت میں تین لوگوں پروفیسر مسعود حسین خان، پرفیسر رفیعہ سلطانہ اور سیدہ جعفر کی شمولیت غیر معمولی رہی ہے۔

''قدیم اردو'' کو ہم جامعہ عثمانیہ شعبہ اردو کا ایک بڑا کارنامہ اس وجہ سے بھی کہیں گے کہ جن متون کو اس کے تحت مرتب کر کے شائع کیا گیا اس سے قدیم ادب کے اہم اور گراں قدر ادبی کارنامے منظر عام پر آئے۔ تحقیق اور تدوینِ متن کے جو اصول پروفیسر مسعود حسین خان نے بنائے تھے وہ بہت جدید تھے۔ اس تحقیق اور تدوین متن میں مسعود حسین خان نے اپنی پوری قوت صرف کر دی اور دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں شعبہ اردو کے اساتذہ بھی ہماتن اس کام میں لگے رہے، جن کی بدولت ہمیں یہ کہنے پر فخر ہے کہ یہ کارنامہ شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ کی دین ہے۔ یہاں تک میں نے شعبۂ اردو کے ان ادبی کارناموں کو شمار کیا جو اجتماعی طور پر انجام دیے گئے۔ آگے جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو کے ان طلبا اور اساتذہ کا کارناموں کا مختصر ذکر کروں گا جنہوں نے تحقیق، تخلیق، تدوین اور تنقید کے میدان کے شہ سوار تھے۔ ان کا ذکر کرنے میں اختصار سے کام لوں گا کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کے کارناموں اور کاموں پر تفصیلی گفتگو کے لیے ایک مکمل کتاب درکار ہوگی۔ اس لیے چنندہ اشخاص کے چنندہ کاموں کو ہی بیان کروں گا۔

ابنائے جامعہ عثمانیہ شعبہ اردو:

ابنائے جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو کے تحت میں ان اشخاص اور ان کے کارناموں کا مختصراً ذکر کروں گا جنہوں نے اردو زبان میں تحقیق و تنقید اور تدوین و تخلیق کی بے پناہ خدمات انجام دیں۔ شعبۂ اردو سے تعلق رکھنے والے اشخاص دو طرح کے ہیں ایک وہ جو بلاواسطہ شعبہ سے جڑے تھے اور دوسرے وہ جو بالواسطہ شعبہ سے منسلک تھے۔ ابنائے جامعہ عثمانیہ شعبہ اردو میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور کا نام سر فہرست ہے۔ یوں تو ڈاکٹر زور

نے اپنی پی۔ایچ۔ڈی لندن یونیورسٹی سے ''اردو زبان کا آغاز و ارتقاء'' کے موضوع پر مکمل کی۔لیکن شعبہ اردو کے استاد ہونے کی حیثیت سے جو خدمات انجام دیے وہ نا قابل فراموش ہے۔ موصوف عثمانیہ سے بی۔اے کرنے کے بعد ایک تعلیمی وظیفے پر لندن گئے اور اس کے بعد پیرس جا کر اعلی تعلیم حاصل کی اور جب ۱۹۳۱ء میں لوٹے تو شعبۂ اردو میں ریڈر کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔

ڈاکٹر زور کی علمی وادبی صلاحیت وقابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے جامعہ میں بی۔اے کے دوران ہی ۱۹۲۵ء میں ایک معرکتہ الآ را کتاب ''روحِ تنقید'' لکھ دی تھی جو اردو تنقید کی ابتدائی کتابوں میں ایک اہم کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔یوروپ میں جہاں ایک طرف پڑھائی کر رہے تھے وہیں دوسری طرف وہاں کے کتب خانوں میں موجود اردو کے قدیم مخطوطات کی چھان بین بھی کر رہے تھے۔وہاں کے کتب خانوں سے اردو کے متعلق جو بھی اہم معلومات یکجا کر سکے ان تمام کو ''اردو شہ پارے'' کے نام سے ۱۹۲۹ء میں منظر عام پر لائے۔ڈاکٹر زور کے علمی فتوحات کے بے شمار موضوعات رہے ہیں لیکن اردو زبان اور اردو لسانیات پر جوانہوں نے کام کیا ہے وہ بہت ہی غیر معمولی ہے۔موصوف کے تمام ادبی کاموں پر گفتگو کرنا اس مقالے میں ناممکن ہے اس لیے میں ان کے ادبی کارناموں کی طرف بس صرف اشارہ کر دوں گا۔

ڈاکٹر قادری زور نے تذکرے پر اہم کا کیا جو ۱۹۳۵ء میں ''مرقع سخن'' کے نام سے شائع ہو،اس کی دوسری جلد ۱۹۳۷ء میں مرتب کر کے شائع کی۔ اول الذکر میں ۲۵ اور آخر الذکر میں ۵۰ شعرا کے حالات اور ان کے کلام کی تفصیل شامل ہے۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر زور ایک ماہر لسانیات تھے ان کا ایک مضمون ''اردو اسالیبِ بیان'' بہت ہی مشہور ہے جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔اس کے علاوہ ان کے ادبی کارناموں میں ''عہد عثمانیہ میں اردو کی ترقی'' ہے جو کہ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔تاریخ ادب اردو جو ۱۹۴۰ء میں منظر عام پر آئی۔دکنی ادب کی تاریخ ۱۹۶۰ء میں چھپی۔شخصیات پر کام کرتے ہوئے انہوں نے کارساں دتاسی،سرگزشت غالب،حیاتِ قلی قطب شاہ،سرگرشت حاتم وغیرہ لکھی۔ان کی ترتیب وتدوین متن میں کفِ سخن ۱۹۳۵ء، متاعِ سخن ۱۹۳۵ء، فیض سخن ۱۹۳۷ء، رمزِ سخن ۱۹۵۱ء، معانیٔ سخن ۱۹۵۱ء، اردو شاعری کا انتخاب ۱۹۶۰ء،گلزار ابراہیم وگلشن ہند،کلیات قلی قطب شاہ،مثنوی طالب وموہنی اور مخطوطات کی فہرست تقریباً پانچ جلدوں مین شائع کی۔ مذکورہ ادبی کاموں کے علاوہ اور بہت سے تحقیقی کام ہیں جو ادھورے رہ گئے۔

ابنائے شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ مین ایک اہم نام'' اکبرالدین صدیقی'' کا ہے جو ۱۹۵۵ء کی بعد جامعہ کے شعبۂ اردو سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۷۶ء میں سبکدوش ہوئے۔ڈاکٹر زور ،مولوی عبد الحق، پروفیسر سروری،ڈاکٹر سجاد جیسے قد آور اشخاص ان کے استاذ تھے۔کئ سالوں تک رسالہ سب رس کی کامیات ادارت بھی کی ہے۔موصوف کے ادبی کارناموں میں درجہ ذیل تحقیقات قابل ذکر ہیں۔مقیم مقیمی کی ''چندر بدن و مہیار ۱۹۵۶ء،کلام بے نظیر ۱۹۵۸ءاس میں محمد بے نظیر شاہ وارثی کے کلام وحالات کا جائزہ پیش کیا ہے۔مرزا جمال اللہ عشق کا دیوان ۱۹۶۰ء میں مرتب کیا، جانم کے رسالے'' کلمتہ الحقائق'' کو ۱۹۶۱ء میں شائع کیا اس رسالے کو ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے بھی مرتب کیا ہے۔ حضرت ''داول'' کی تصنیف ''کشف الوجود'' ۱۹۶۵ء،علاؤالدین فقیر کی مثنوی ''ابلیس نامہ''، برہان الدین جانم کی تصنیف ''ارشاد نامہ'' ۱۹۷۱ء، نظام الدین ممنون کی ''کلیات ممنون'' ۱۹۷۲ء،ابن نشاطی کی ''پھول بن'' ۱۹۷۸ء وغیرہ کوانہوں نے بڑی عرق ریزی سے تحقیق وتدوین کی شائع کیا۔اس کے علاوہ ان کے اور بھی تحقیق کرنامے اور اہم مضامین ہیں جو اردو ادب کے بیش بہا سرمائے ہیں۔

اردو ادب کے تعلق رکھنے والوں کو لیے ''پرفیسر سروری'' کوئی انجان نام نہیں ہے۔ جامعہ عثمانیہ سے اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۷ء میں یہیں شعبۂ اردو سے وابستہ ہوگئے۔ ابتدائی زمانے میں سروری صاحب کا خاص موضوع افسانہ تھا۔ انہوں نے اردو میں کئ بہترین افسانے بھی لکھے اور ساتھ ہی چینی، جاپانی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے افسانوں کو''دنیا کے شاہکار افسانے'' کے عنوان کے تحت ترجمہ کروا کر شائع کیا ہے۔

پرفیسر سروری کی اہم تصنیفات میں اول ہے''اردو کی ادبی تاریخ'' جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ تحقیق میں ان کی سب سے اہم کتاب''شاسراج کی اردو شاعری'' ہے جو ابتداء میں سہ ماہی رسالہ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے انہوں نے کلیات سراج کو مرتب کیا اور اس پر ایک جامع اور سیر حاصل مقدمہ لکھا جس میں انہوں نے کلام سراج اور حالاتِ سراج کو تفصیل سے بیان کیا ۱۹۴۰ء میں سراج اور ان کی شاعری ۱۹۵۴ء میں سراج سخن نامی کتاب لکھی اور پھر ابن نشاطی کے''پھول بن'' کو مرتب کر کے ایک بسیط مقدمہ لکھا جو الگ سے ایک کتابی شکل میں ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔ چونکہ اس میں مثنوی کے آغاز وارتقاء کے بارے میں لکھا گیا ہے اس لیے''اردو مثنوی کا ارتقاء'' کے نام سے کتابی شکل دی گئ۔ موصوف نے ایک بہت ہی غیر معمولی کام یہ انجام دیا کہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے مین مخزونہ مخطوطات کی فہرست مرتب کی جو ۱۹۲۹ء میں دارالطبع جامعہ عثمانیہ سے شائع ہوئی۔

ڈاکٹر حفیظ قتیل کا نام بہ حیثیت محقق، مدون، نقاد، شاعر اور ایک قابل استاد کے جانا جاتا ہے۔ یہ وہ شخص ہیں جنہیں عثمانیہ یونیورسٹی میں شعبۂ اردوا سے سب سے پہلے پی۔ ایچ۔ ڈی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انہون نے ڈاکٹر زور کی نگرانی میں''اردو غزل،، کے عنوان پر مقالہ تحریر کیا اور پھر پی۔ ایچ۔ ڈی میں ڈاکٹر زور کی نگرانی میں ہی''اردو غزل کا ارتقاء'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا۔ مذکورہ دونوں مقالے گراں قدر ہیں جو صنف غزل کی مکمل تاریخ پیش کرتے ہیں۔ حفیظ قتیل کا ایک تحقیق کارنامہ''معراج العاشقین کا منصف'' ہے جو ۱۹۶۸ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ۱۹۶۱ء میں''تحفۃ الشعرا، دیوانِ ہاشمی، اور دیوانِ ریختی کو مرتب کر کے شائع کیا۔ اور ۱۹۶۱ء میں ہی ایک بہترین کتاب تصنیف کی جس کا نام''میراں جی خدانما'' تھا۔

اردو اور دکنی ادب کے محسن''پرفیسر مسعود حسین خاں'' اوران کی گراں قدر خدمات سے ہر کوئی واقف ہے۔ وہ ہر اعتبار سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ خصوصاً اسلوبیاتی مطالع نے انہیں اردو حلقے میں بامِ عروج پر پہونچادیا ہے۔ اور زبان وادب کے حوالے سے انہوں نے جو خدمات انجام دئے وہ ناقابل فراموش ہیں۔ شعبۂ اردو سے''قدیم اردو'' کے نام سے انہوں نے جن قدیم ادبی شہ پاروں کو ترتیب دے کر شائع کیا ہے وہ اپنے آپ میں بے مثال کارنامہ ہے۔ چونکہ''قدیم اردو'' کے سلسلہ کے تحت جو قدیم ادبی شہ پارے منظر عام پر آئے وہ ایک دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قدیم اردو کے تحت انہوں نے''پرت نامہ، بکٹ کہانی، قصہ مہر افروز و دلبر'' کو بہت ہی جاں فشانی سے ترتیب دے کر شائع کیا مذکورہ تخلیقات اور ان کے تخلیق کاروں کے متعلق ایسے معلومات فراہم کیے جو پہلے حاصل نہیں تھے۔ پروفیسر مسعود حسین خاں نے قدیم متون کی تلاش وجستجو اور تدوین وترتیب میں بڑی جاں فشانی کا ثبوت دیا ہے۔ ترتیب وتدوین متن میں ایسے اصول بنائے جن سے کھرا کھوٹا سامنے آجائے۔ متون کی ترتیب و تدوین میں انہوں نے خاص طور پر لسانی پہلو کو اہمیت دی جو کہ تحقیقی اور تنقیدی اعتبار سے نہایت ہی اہم مقام کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو کی قابل رشک طالبہ اور استانی تھیں۔ وہ ایک افسانہ نگار، نقاد اور ہر دل عزیز استانی کی حیثیت سے جانی جاتی تھیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی

سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کرنے والی سب سے پہلی خاتون ہیں۔ پروفیسر رفیعہ سلطانہ اپنی علمی و تنظیمی صلاحیت کی وجہ سے کئی عہدوں پر فائز رہی ہیں۔ ایم۔اے کے بعد عثمانیہ سے ہی پروفیسر سروری کی نگرانی میں ۱۹۵۵ء ''اردو نثر کا آغاز و ارتقاء'' کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی مکمل کیا اور پھر شعبہ اردو سے منسلک ہوگئیں۔ ان کی تصانیف میں ۱۹۴۶ء میں چھپنے والا مقالہ ''اردو ادب کی ترقی میں خواتین کا حصہ'' بہت اہم ہے چونکہ اردو ادب میں خواتین کی شرکت کو انہوں نے تفصیلی طور پر بتایا ہے۔ دوسری اہم کتاب جو کہ پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے ''اردو نثر کا آغاز وارتقاء'' ۱۹۶۲ء میں منظر عام پر آیا۔

مذکورہ دونوں تصانیف کئی ساری خوبیوں سے معمو رہیں۔ لیکن ان خوبیوں کو یہاں شمار کرانا طوالت کا باعث ہوگا اس لیے ان دونوں کا اشارۃً ذکر کر دیا اور باقی ادبی کارناموں کو بھی اشارۃً ذکر کروں گا۔ برہان الدین جانمؔ کی ''کلمۃ الحقائق'' کو ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے ۱۹۶۱ء میں چار مخطوطات کی مدد سے مرتب کر کے شائع کیا۔ سابق میں آچکا ہے کہ اس رسالے کو اکبر الدین صدیقی جو عثمانیہ کے ہی استاد تھے کلمۃ الحقائق کو ۱۹۶۱ء میں ہی مرتب کیا۔ ڈاکٹر رفیعہ سطانہ نے ایک اور اہم کا م کیا کہ ''دکنی نثر پارے'' کے نام سے انہوں نے قدیم دکنی نثر پاروں کی بازیافت کی، یہ کتاب ۱۹۶۷ء میں چھپی تھی۔ اس کے علاوہ ''حافظ عبدالرحمٰن خاں احسان'' کی کلیات ۱۹۸۸ء میں مرتب کر کے اس نامعلوم شاعر کو تعارف تحسین بخشا۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے علمی، ادبی، تنظیمی جو بھی کام کیا اس میں شعبۂ اردو کا ضرور حصہ رہا۔ اس لیے ہم ان کارناموں کو موصوفہ کے ساتھ ساتھ شعبۂ اردو کے کارناموں میں بھی شمار کر سکتے ہیں۔

ان مذکورہ ابنائے شعبۂ اردو کے علاوہ اور بھی کئی بڑے چھوٹے نام ہیں جنہوں نے ایسے علمی و ادبی کارنامے انجام دیے جس کی بدولت شعبۂ اردو اور مستقبل میں آنے والے تمام تشنگانِ اردو ان پر فخر کرتے رہیں گے۔ مقالہ اور وقت کی تنگ دامنی ان باقی ادباء کے کارناموں کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے جو جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ اردو سے کسی نہ کسی اعتبار سے مربوط رہے ہیں۔ اس لیے آگے میں صرف ان اشخاص کے نام مختصراً ذکر کروں گا۔ گو کہ اس میں بعض کے ادبی خدمات اس قدر مایا ناز ہیں کہ ان میں سے ہر فرد پر ایک مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔

پہلا نام پروفیسر مغنی تبسم کا ہے جو ایک قابل استاد، منفرد شاعر، ممتاز اسکالر، باشعور نقاد اور باوقار مدیر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے علم وادب کے علاوہ صحافتی میدان میں بھی جھنڈے گاڑے ہیں۔ کئی سارے عہدو ں پر فائز رہنے کے بعد تقریباً ۱۳ مختلف رسالوں کی ادارت کی ہے۔ اور سولہ کتابوں کے مصنف رہے ہیں، جن میں تخلیق، تحقیق اور تنقیدی تصانیف شامل ہیں۔

شعبۂ اردو سے تعلق رکھنے والی ''سیدہ جعفر'' کا نام ناقابل فراموش ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے پروفیسر سروری کی نگرانی میں پی۔ ایچ۔ ڈی مکمل کرنے سے پہلے ہی نظام کالج میں بطور اردو لیکچرران کا تقرر ہو چکا تھا۔ اس کے بعد شعبۂ اردو کی قابل استانی ہونے کے علاوہ شعبہ کی صدر بھی رہیں۔ انہوں نے تقریباً ۲۳ کتابیں لکھی جس میں مضامین، شخصیات، تاریخِ اردو، تدوین متن کے علاوہ ہندی متون کی تدوین بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر آمنہ تحسین اور ڈاکٹر مسز عسکری صفدر نے بڑی تفصیل سے موصوفہ کے علمی وادبی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے فارغ ہونے والی خواتین میں ''پرفیسر ثمینہ شوکت'' ایک نمایاں نام ہے۔ انہوں نے علمی و ادبی میدانوں میں بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیے۔ انہوں نے قدیم شہ پاروں کو بڑی عرق ریزی و محنت سے تحقیق وترتیب دے کر منظر عام پر لایا جس سے محققین کی فہرست میں انہیں قابل قدر نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ انہوں نے کئی قدیم شہ پاروں کو مرتب اور مدون

کر کے اردو ادب کے دامن کو مزید وسیع کیا ہے۔شکارنامہ، حیاتِ لطف، دیوانِ لطف، مثنوی لطف، مہ لقا جیسے قدیم شہ پاروں کو بڑے ہی علمی وادبی انداز میں مرتب و مدون کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ڈھیر سارے تنقیدی و تحقیق مضامین ہیں جوان کی قابلیت اور صلاحیت کی شہادت دیتے ہیں۔

ان مذکورہ اشخاص کے علاوہ ''شیخ چاند'' بیسویں صدی کے ابتدائی دور کے مشہور محقق ہیں۔سید محمد ماہر دکنیات، میر سعادت علی رضوی، ڈاکٹر ابو نصر محمد خالد ماہر دکنیات و اسلامیات، محمد بن عمر جو انگریز سے تعلیم یافتہ ہونے کے بعد بھی اردو کی طرف آگئے، ڈاکٹر حسینی، پرفیسر غلام عمر خاں مغربی ادب کے شناسا، بیجاپور کے سادات خاندان سے تعلق رکھنے والی ڈاکٹر زینت ساجدہ، ''دکن میں ریختی کا ارتقاء'' کے مصنف بدیع حسینی، ڈاکٹر خالدہ بیگم، طنز و مزاح نگار پرفیسر ضیا، ڈاکٹر رشید موسوی، ماہر نقاد و محقق اور صحافی پرفیسر سلیمان اطہر جاوید، عہد حاضر کے مشہور نقاد پروفیسر یوسف سرمست، ماہر دکنیات و لسانیات پرفیسر مسعود حسین کی شاگردہ، پروفیسر اشرف رفیع، ماہر اقبالیات ڈاکٹر عقیل ہاشمی، پروفیسر مرزا اکبر علی بیگ، امیر مینائی کی شاگردہ حمیرہ جلیلی، مشہور محقق، نقاد، مرتب و مدون اور شاعر پرفیسر محمد علی اثر وغیرہ جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے تعلق رکھنے والوں نے وہ کارنامے انجام دیے ہیں جسے اردو دنیا کے لوگ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو کا ان مذکورہ افراد کو تیار کرنا بہت برا کارنامہ ہے اور پھر ان اشخاص نے ادبی دنیا میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے وہ بھی گویا شعبۂ اردو کے ہی کارنامے ہیں۔

اردو تاریخ اور خاص کر اردو تحقیق کی تاریخ میں جامعہ عثمانیہ کا قیام ایک نئے باب کی شروعات بنا۔جامعہ کے قیام کے بعد اردو تحقیق و تنقید اور تدوین کو کافی عروج ملا۔قدیم دکنی و اردو شہ پاروں کی تحقیق شعبہ اردو کا اہم مقصد رہا ہے۔اس لیے شعبہ اردو کے قیام کے چند سالوں بعد ہی تحقیق کی طرف اس قدر توجہ دی گئی کہ بہت کم عرصہ میں شعبۂ اردو تحقیق کا ایک اہم مرکز بن گیا۔شعبہ اردو کے اساتذہ اور طلبا نے مل کر تحقیق کی گویا ایک تاریخ مرتب کی ہے۔عثمانیہ یونیورسٹی کے اس شعبۂ اردو کے تحت ادب، لسانیات اور خصوصاً دکنیات پر لکھے گئے کئی مقالے تحقیقی اور تنقیدی نقطۂ نظر سے اعلی معیار کے حامل ہیں۔اس کے علاوہ جو ترتیب و تدوین کا کام شعبۂ اردو کے بڑے بڑے اساتذہ نے کیا اور جس عرق ریزی سے قدیم متون کو خالص سونے کی طرح کر کے پیش کیا وہ نا قابل فراموش ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو نے اردو کی نوک پلک سنوارنے اور اس کے حدود کے لیے جو ''دارالترجمہ، وضعِ اصطلاحات، قدیم اردو، شعبہ تحقیق و اشاعت'' وغیرہ کا قیام کیا اسے اردو دنیا کبھی بھلا نہیں سکتی۔شعبۂ اردو نے ان تمام کارناموں کے ساتھ یہ بھی کیا کہ نامعلوم اور گمشدہ ادبی شخصیتوں، شاعر و اور ادیبوں پر کام کروا کر ان کو گویا حیاتِ جاوید عطا کیا ہے۔

الغرض میں اپنے ذاتی مطالعہ کے بعد اس بات کے کہنے میں حق بجانب ہوں کہ جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو نے اپنے طلبا و اساتذہ کے ذریعے دکنی اور اردو ادب کو ان کے مخرج سے ملانے کے ساتھ قدیم ادب کا اتنا بڑا سرمایا ہمیں دیا ہے کہ اگر یہ سرمایا نہ ہوتا تو ہم اپنی مادری زبان کے سرے سے کبھی جڑ نہیں پاتے۔میں ایک اردو کا طالب علم ہونے کی وجہ سے جامعہ عثمانیہ شعبۂ اردو اور اس سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کا احسان مند ہوں۔

☆☆☆

ڈاکٹر رئیس احمد اعظمی مبارک پور

اصلاحِ مرد و زن اور ہومیو پیتھی

نفسانی خواہش ایک جبلی خواہش ہے۔ یہ کسی میں بہت کم کسی میں بہت ہی زیادہ ہوتی ہے، اوسط درجے کی خواہش زوجین میں ہو تو ازدواجی زندگی خوشگوار گزرتی ہے۔ اگر زوجین میں سے کسی ایک میں کم اور زیادہ ہو تو کشیدگی اور اختلاف کا باعث ہوگا۔ بہت زیادہ خواہشِ نفسانی کی طغیانی بڑی ہی پریشانی کا باعث ہے، اسے شہوانی جنون کہا جاتا ہے۔

شہوانی جنون میں مبتلا مرد و عورت عصمت و عفت کو تار تار کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ سماج و شریعت کے حدود و قیود کا پاس و لحاظ نہیں کرتے اور عزت و ناموس اور خاندانی وقار پر بٹہ لگا دیتے ہیں۔ نفسانی جنون زنا بالجبر کے ارتکاب کر گزرنے کی جرأت مند ہوتے ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز ہی ختم ہو جاتی۔ یہ ایک بیماری ہے جو صرف نصیحت و فضیحت سے ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔

اس دور میں جب کہ ہر طرف اور ہر جگہ عریانیت اور فحاشی اور نیم برہنی، جلوہ نمائی ہو گئی ہے۔ صنف نازک کے جسم کے کپڑے کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں اور میک اپ کی اشیاء سے بناؤ سنگار کر کے خود نمائی کر کے دعوت نظارہ کیا جا رہا ہے۔ یہ نفس امارہ کو ابھارنے کے لیے کرنٹ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایسی عشقیہ باتیں اور صدائیں (گانے) کانوں میں زہر کی طرح گھولے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے شہوانی خیالات پیدا ہونا لازمی سی بات ہے۔

حد سے زیادہ شہوت ذہنیت کے لوگ تو زوال آمادہ ہوتے ہیں، اس لیے ذلت و رسوائی اور جگ ہنسائی کے کام کرتے ہیں اور انہیں بے جا خواہش کی تسکین کے لیے غیر فطری فعل مثلاً جلق، مشت زنی، انگشت زنی جیسے قبیح فعل وغیرہ کرتے ہیں۔ ایسے مریضانہ ذہنیت کے لوگ (مرد و عورت) کا علاج صرف ہومیو پیتھک ہی میں ہے۔ کیونکہ اس علاج میں ذہن مزاج یا فطرت کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اگر غیر فطری اور منفی خیالات و رجحانات ہوں تو دوائیں ان کو فطری اور صالح بنا دیتی ہیں۔

مردوں میں شہوانی جنون

(۱) نوجوان لڑکوں میں شہوانی جنون جو قوت ارادی سے قابو میں نہ ہو۔ آلات تناسل میں شدید تناؤ ہو، دبلے پتلے لوگ جو آگے کی طرف جھکے ہوں، ٹھنڈی چیزیں پینا پسند کرتے ہوں، ہر وقت جنسی خیالات آئیں تو فاسفورس ۳۰/ بار

(۲) موٹے لوگوں میں شہوت بڑھی ہو درد بھری استادگی سے پریشان ہوں، احتلام بہت زیادہ ہوتے ہوں، چہرے پر کیل زیادہ نکلتی ہوں تو کالی بروم ۳۰ نمبر دن میں تین بار۔

(۳) جن لوگوں کو جنسی خواہشات نے نیم پاگل کر دیا ہو اور تیزی سے دوڑتے پھرتے ہوں، جنسی خواب و خیالات کی بھر مار ہو، استادگی کی شدید لہریں سی اٹھتی ہوں، عورت کے نہ ملنے پر جلق و مشت زنی کرنے پر مجبور ہوں تو اوری گینم ۳۰ تین بار

(۴) کم عمر لڑکوں میں شہوت بڑھی ہو دن و رات جماع کرنے کی تڑپ رہے اور خیالی طور پر مباشرت کی لذت حاصل کرنے میں سرگرداں ہوں، جس پر قابو پانے کے لیے مشت زنی کرنا ہی پڑے۔ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی نہ رکنے والی خواہش

بھی ہو۔انتہائی چڑ چڑا ہو، دوسروں پر اور کبھی اپنے ہی کیے ہوئے کام پر جھلاتا ہوتو سٹافی سیگریا ۲۰۰ یا ۱۰۰۰ نمبر۔

(۵) خطرناک قسم کی جنسی بھوک یا شہوانی جنون جو ناقابلِ برداشت بنا دے اور اسے حلال وحرام کی تمیز نہ رہے ہر جائز وناجائز طریقے سے خواہش پوری کرنے پر مجبور ہوجاتا تو انتھرم ۳۰ کینتھرس ۳۰ دن میں تین بار۔

(۶) جو بڑے ہی جذباتی ہوں، لومڑی جیسے چالاک ہوں، ہردم بے چین رہتے ہوں، مسلسل چلتے پھرتے ہوں، خواہش نفسانی سے پاگل ہوگئے ہوں، فحش گانوں کے رسیا ہوں، چلاتے ہوں تو ٹیرنٹولا ہسپانیہ ۳۰ نمبر یا ۲۰۰ سے کڑوں ہوں گے۔

(۷) شکی وہمی لوگوں میں شہوانی جنون، اتنی بے حیائی کہ شرمگاہ کھول کر دکھائیں عضوتناسل کو ہاتھ میں لیے رہے۔ فحش باتیں کریں تو ہایوسس ۲۰۰ صبح وشام۔ ۱۰۰۰ ہفتہ میں ایک خوراک۔

(۸) تعلیم وتعلم سے وابستہ لوگ جو گھر سے دور رہتے ہوں وہ خواہش نفسانی سے پریشان رہتے ہوں، رہا بھی جائے اور سہا بھی نہ جائے والا معاملہ ہو، پڑھنا پڑھانا مشکل کا باعث ہوتو ایگل فولیا مدر ٹنکچر یفی Q

صرف ہفتہ میں ایک دن ۵ بوند صبح اور شام لینی چاہیے، خواہش نارمل رہے گی۔

نوٹ: مذکورہ سبھی دوائیں استعمال کرنے سے خواہش نارمل ہوجائے گی اور غیر فطری عادت بھی چھوٹ جائے گی اور شرافت وتذکیہ نفس کی خصلت پیدا ہوگی۔

عورتوں میں شہوانی جنون

اگر کم عمر میں ہی جنسی اعضاء حساس ہوگئے ہوں، شرمگاہ کے اندر وباہر ایسی گدا گداہٹ ہو جیسے کیڑے رینگ رہے ہوں جس سے ناقابل کنٹرول جماع خواہش پیدا ہو۔ ایسا بڑی عمر کی عورتوں میں بھی ہوسکتا ہے۔ مریضہ مغرور بھی ہوتو پلاٹینا ۲۰۰

حد سے زیادہ خواہش ہر وقت سیکس سے متعلق سوچتی رہتی ہو اور خواب بھی دیکھتی ہو، اس خواہش سے بے قراری ہو جس کی وجہ سے دوڑنے پر مجبور ہو، اتنی زیادہ خواہش کہ لیکوریا آئے، مجبوراً انگشت زنی کرے تو اوری گینم ۳۰ دن میں تین بار دینے سے بڑھی ہوئی خواہش بھی کم ہوجائے گی اور جلق یعنی انگشت زنی بھی چھوٹ جائے گی۔

جب اوری گینم سے فائدہ نہ ہو مریضہ اپنی شدید خواہش کی تکمیل کے لیے انگشت زنی کرتی ہو، شرمگاہ میں ورم ہو اور جنسی سرسراہٹ ہو، مریضہ کی زندگی سے بیزارسی ہوگئی ہوتو گریش اولا ۳۰ دینی چاہیے۔

جو لڑکیاں بڑی بیقرار رہتی ہوں سکون سے نہ بیٹھی، سیئر یکل مزاج ہو اور شدید نفسانی خواہش سے چلا کر بولتی ہوں، رحم میں اور شرمگاہ میں جنسی کھنچاؤ ہو، مزاجا عیار اور خودغرض ہوں تو ٹیرنٹولا ہسپانیہ ۳ دی جائے جب شہوانی جنون اور انتہائی زیادہ ہو، سیکسی باتیں کرے، بڑی بے شرمی ہو اپنے پوشیدہ حصوں کو ننگا کردے تو ہایولس ۲۰۰

اگر بیوہ عورتوں میں شدید خواہش ہو یعنی مجبوری کی تجرد کی وجہ سے ناقابل برداشت خواہش ہوتو فارسفورس ۲۰۰ ہر تیسرے دن دینی چاہیے، اس سے خواہش دب جائے گی۔

جب عورت کے شرمگاہ پر ہاتھ پڑتے ہی جنسی خواہش بے تاب کردیتی ہوتو میوریکس ۲۰۰

اگر شرمگاہ میں کیڑے رینگنے کا احساس ہونے سے خارش اور خواہش بے قابو کردے مجبوراً انگشت زنی کرنا ہی پڑے گا تو کیلکیڈیم ۳۰۰ یا ۲۰۰ دینی چاہیے۔

جب محض پستان کے چھونے پر ہی جنسی بے تابی بے قابو کردے تو ہائیڈ وفوبینم ۲۰۰ ہفتہ میں ۲ بار

ڈاکٹر مختار احمد فردین رکلکتہ

احسن مفتاحی کا بیباک قلم اور اردو صحافت

آج کے تناظر میں دیکھیں اور ماضی کے اوراق کو پلٹیں تو اردو دنیا میں صحافت میں نجانے کیسے کیسے کو کھویا اور آج ہم انہیں یاد تک کرنا جیسے بھول ہی گئے، اب ہم سب بہت نعمتوں سے محروم ہوگئے، نعمت صرف یہ نہیں کہ جیب میں مال ہو بلکہ دماغ میں اچھے خیالات بھی نعمت ہے، دل میں کسی کے درد کا احساس جاگنا بھی نعمت ہے، کسی کے آنسو کو آنکھوں سے پونچھنا بھی نعمت ہے انہیں احساس کا ایک نام، جس میں مختار احمد فردین کو اور اسکے قلم کو بااصول زبان اور بیباک قلم بنائے، صحافتی دنیا اور مسلم مسائل نئی نسل کی بھرپور نمائندگی اور اپنے بیباک ادارپے سے صحافت کی دنیا میں ایک انقلاب لائے، کل کا اخبار مشرق اور آج ترقی کی راہ پر چلکر سارے ہندوستان میں اخبار مشرق کو بلند مقام عطا کرنے والی ذات اور شخصیت کا نام احسن مفتاحی آبروئے صحافت ہے، کل اور آج جب دنیا کے مسائل بدل گئے، صحافت کے طور طریقے بدل گئے، سماج میں خیالات، نظریے، عقیدے اور افکار کے مول بھاو طے ہونے لگے، ہر چیز جیسے اب بکاؤ ہے صرف، خریدار ہونا شرط ہے ایسے ماحول میں اردو صحافت معیار اور وقار اور اخلاق کو بچائے رکھنا خود ایک بڑی بات ہے اردو صحافت کو نئے آفاق اور افق کیطرف لے جانا جہاں صحافت تجارت بھی ہے اور تحریک بھی لیکن جس صحافت میں تحریک زیادہ اور مناسب آمیزش ہوتی ہے وہی صحافت دراصل احسن مفتاحی صاحب نے اپنی زندگی میں کی، قابل مبارکباد ہیں وسیم الحق صاحب اس زمانے میں جنکی نگاہیں احسن مفتاحی صاحب جیسی شخصیت کو ڈھونڈ لائی اور اخبار مشرق کی تمام تر ذمہ داری انکے حصے اور جھولی میں ڈال دی، مجھے یاد ہے سب کچھ ذرا ذرا، ان لمحوں کی یاد کو قلمبند بند کرنے سے پہلے انکے قلم کے نذر یہ شعر کہ

ہم پرورش لوح قلم کرتے رہینگے
جو دل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہینگے

اور یہ کہ:

ہم سیاہی کے ہیں دوست نہ سفیدی کے ہیں دشمن
ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھا دیتے ہیں

اللہ تعالی بعض خاص شخصیتوں میں خاص ذہنی صلاحیتیں ڈال دیتا ہے جو اپنے ارادوں میں مظبوط اور دھن کے پکے ہوتے ہیں، جو راستے کی ہر رکاوٹ کا سامنا کرتے ہوئے مقصد حیات کی جستجو میں لگے رہتے ہیں ہندوستان کی گرتی ساکھ اور سارے مسائل کو احسن مفتاحی صاحب اپنے بیباک قلم سے کچھ اسطرح سینچا کہ آج اردو دنیا کے باغباں میں ہزاروں صحافی پیدا ہو گئے اور، مگر بہت کم ہی لوگ انکے اصول پر چل پڑے، انکے قلم میں ان دنوں کی بات ہے جب ہم دسویں پاس کرتے کبھی کبھی صبح کے اوقات میں جب سکون سے روانی کے ساتھ ادارپہ لکھتے رہتے، میں پہنچکر کچھ دیر سانس لیتا اور چھوٹی چھوٹی تقریروں کو دیکھتے ہی رہ جاتا، لال سیاہی سے لکھا کرتے تھے، فیض احمد فیض کی روانی، خواجہ احمد عباس کی فکر، اور فکر تونسوی کے فراٹے کے ساتھ چلتے قلم، میں یہ سب دیکھکر حیران کم مگر انکے صبر کو دیکھتا تھا، کئی اخبارات ہندی، انگلش، بنگلہ اور اردو کے، گھنٹوں بعد توجہ میری جانب مسکراتے ہوئے یہ کہکر کے اس وقت آپ، اسی لمحہ کبھی کبھی منور رانا کو بھی ہم

نے دیکھا آتے اور ساتھ بیٹھتے ہوئے، کثر ایک موقع پر ساتھ بھی میرے ہمراہ چلے، میرے قلم کو چند جملوں میں تبدیل کرنے والی شخصیت احسن مفتاحی صاحب ہی ہیں، شروعات مسائل پر لکھنے لگے اور مراسلے کے ذریعہ صحافت کی دنیا میں پہلا قدم، پھر چند کہانی چندطویل مضامین، کئی ایک پروگرام میں ساتھ کا سفر، غریب خانے تک انکی آمد، الیکشن کے دنوں کی رپورٹنگ، ان دنوں میں نے موٹر سائیکل خریدی تو اسپر ساتھ سفرالیکشن کے حالات کا جائزہ لینے نکلے، کہیں بموں کی آواز، کسی جگہ پر ماردھاڑ، الیکشن کی بوتھ پر قبضے کی شکایت، مسلم پرسنل لاء پر خاص مضامین اور رپورٹنگ دہلی سے لیکر کلکتہ تک، اب دنیا احسن مفتاحی صاحب کو پہچان چکی تھی، انکے قلم کے زد میں جو بھی آئے مسائل کو حل کر کے چھوڑے، کلکتہ کے مٹیا برج کے واقعات ہوں یا کہ کلکتہ کے مختلف جگہوں پر فسادات آپ نے اپنی تمام صلاحیتوں کو قلم کے حوالے کر دیا تھا اور اخبار مشرق عوام الناس کی پہلی پسند، اس درمیان لوگ اور کلکتہ ڈاکٹر مختار احمد فردین کو مراسلہ نگار کی حیثیت سے پہچاننے لگے تھے کبھی کبھی زبان خلق نقارہ خدا میں تو ایک، دو، تین، چار چار مراسلے سبھی میرے ہوا کرتے تھے ہم یہ کہہ سکتے ہیں احسن مفتاحی صاحب کے قلم اور تحریروں سے صحافت کا نیاباب کھلا، کلکتہ کے اردو اخباروں میں۔

احسن مفتاحی صاحب کے ساتھ گذارے لمحہ اور وقت آج اس دریچے کو ہم جھانکتے ہیں تو خود میں کئی احساس جگا جاتے ہیں، ہم فیض احمد فیض کو دیکھا، فیض احمد فیض، خواجہ احمد عباس اور بعد کے دنوں میں عزیز برنی کے قلم کی خوبیاں سبھی ہمارے قلمی رہبری کرنے والی ذات احسن مفتاحی صاحب ہیں اللہ نے کوٹ کوٹ کر بھر رکھا تھا، فیض احمد فیض کے قلم نے جسطرح سے آج فلسطین کے مسائل کو زندہ قوم کی مانند زندہ رکھا ٹھیک اسی طرح سے احسن مفتاحی صاحب کے قلم نے مسلم پرسنل لاء کے تمام مسائل کو زندہ رکھ چھوڑا، یہ جذباتیں جسکا احاطہ میں ۱۹۷۹ سے کر رہا ہوں مگر لمحہ یاد ذرا ذرا ہی رہ گیا، البتہ یہ احساس کھائے جارہا تھا کہ جس قلم کو ہم نے پکڑ کر چند سالوں میں یہاں تک کا سفر طے کیا انہیں آج تک خراج عقیدت اور کوئی یادگار کیوں نہیں قائم کر سکے، حالانکہ ہم پر تو انکا اخلاقی فرض اور فریضہ بنتا ہے، اخبار مشرق کا وہ سنہرا دور تھا جب ندیم الحق صاحب بھی کبھی کبھی ملاقات کا شرف مل جاتا تھا اور وسیم الحق صاحب تو مصروف ترین شخص اور ایڈیٹر تھے ملاقات پر ضرور کہتے احسن مفتاحی صاحب اپنے روم میں ہیں آپ بیٹھیں یا جا کر مل لیں زندگی کی رفتار نے کئی کروٹیں لی اور پھر کلکتہ سے حیدرآباد کا رخ کئے، اتنے وقفے میں دنیا بدلنے لگی اور جیسے ہم بھی بدل گئے، مجھے یاد تو وہ آتے رہے، مگر حالات کا اتا پتہ جیسے کھو گیا، انہی دوران نوشاد مومن اور دختر نیک احسن مفتاحی صاحب حیدرآباد میں ہوئی اور پھر یادوں کا وہ لامتناہی سلسلہ جیسے چل پڑا۔

ابھی گذشتہ دنوں کی ہی بات ہے ندیم الحق صاحب اب ممبر پارلیمنٹ بن گئے، اردو اکیڈمی میں احسن مفتاحی صاحب کے تعلق سے ذکر چھیڑا ہم نے، احسن مفتاحی صاحب پر سیمینار، ورکشاپ ایوارڈ اور دیگرے مشورے سے نوازا تو انہوں نے نہایت ہی سادگی سے اسپر اپنی رضامندی ظاہر کی، اب میں اس سلسلے کی کڑی کو لیکر نوشاد مومن سے رابطہ میں آیا اور تمام تفصیلات سے آگاہی دی تو اسپر سنجیدہ تو ہوئے، عمل کیلئے شاید وقت کی ضرورت ہے آج ہم انہیں یاد کرتے ہیں اور خراج عقیدت کیساتھ ان لمحوں، ان تحریروں، وہ بیباک مضامین، وہ انداز بیاں اور وہ صحافتی دنیا کیلئے انکے خدمات کو ڈاکٹر مختار احمد فردین کا سلام جنہوں نے حوصلہ دیکر مجھے صحافتی دنیا میں قدم رکھنے کا موقع فراہم کئے، آج چار کتابیں بھی انکے نام موسوم کر دوں تو میرے لیے قابل فخر لمحہ ہوگا، سلام دعاؤں کیساتھ ساتویں برس کے موقع پر اس یقین کے ساتھ انہیں گلہائے عقیدت کا نذرانہ پیش کرتا ہوں، دسمبر کے مہینے میں ان پر شاندار اردو خدمات اور صحافتی خدمات کے آئینہ میں احسن مفتاحی صاحب کا قلم اور آج کی نسل ۔۔۔۔۔یہی احسن مفتاحی صاحب کیلئے بہترین خراج عقیدت ہوگا۔

ڈاکٹرغوثیہ بانو، حیدرآباد

حیدرآباد کا سماجی نظام

انسان نے اپنے ارتقائی ادوار کی تکمیل پر سماج کی نیو رکھی۔ اس کے بعد انسان اور سماج لازم وملزم قرار دیے گئے۔ایک تہذیب وتمدن سے آراستہ سماج کی تشکیل وتعمیر میں تاریخی، جغرافیائی، سیاسی، معاشی و معاشرتی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ معاشرہ کے عروج کے پس پردہ صدیوں کی کاوشیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔جن سے سماج کی اعلیٰ قدریں متعین ہوتی ہیں۔ان قدروں کی پاس داری سے انسان تہذیب وثقافت کی بلندی کو چھونے لگتا ہے۔ جب کہ قدروں کی پامالی سے معاشرہ روبہ زوال ہونے لگتا ہے۔

صوبہ دکن کو بہمنی سلاطین نے ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا جسے ہند اسلامی تہذیب کا اشراک کہا جاسکتا ہے۔عادل شاہی حکمرانوں نے اس تہذیب کی نشوونما میں حیات وکائنات کے تمام رس و رنگ شامل کرنے کی کوشش کی۔قطب شاہی بادشاہوں نے مقامی تہذیب کو اپنی روایتوں سے اس خوبصورتی کے ساتھ منسلک کیا کہ معاشرہ ایک اٹوٹ اکائی میں بندھ گیا۔آصف جاہی فرماں رواؤں نے صدیوں سے ارتقائی مراحل طے کرنے والے تمدن کو عروج کمال تک پہنچایا۔اس دور میں معاشرتی خصوصیات وقدروں کو ہی بالادستی حاصل تھی۔مختلف مذاہب کے ماننے والے اپنی مذہبی خصوصیات کو ساتھ رکھتے ہوئے معاشرے کے عمومی رجحان کو اپناتے تھے۔لباس، غذا، رہائش، رسم ورواج، تفریح طبع زندگی کے تمام شعبہ جات میں ایسی بے مثال یکسانیت کی نظیر شاید ہی کہیں مل پائے۔

۱۸۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست حیدرآباد کی آبادی مختلف طبقات پر مشتمل تھی۔ ہندو۱۰۳۱۵۲۴۹، مسلمان ۱۱۳۸۶۶۶، عیسائی ۲۰۴۲۹، سکھ ۴۶۳۷، پارسی ۱۰۵۸، جین ۲۷۸۴۵، گونڈ ۲۸۶۶۰، بھیل ۴۷۰، یہودی ۲۶۱ [1] ریاست انتظامی طور پر تین حصوں میں منقسم تھی (۱) جاگیرات (موروثی وغیر موروثی)، (۲) شاہی زمین صرف خاص، (۳) دیوانی سرکاری انتظامی علاقہ [2]

جاگیرات کی مختلف اقسام تھیں ان میں وہ جاگیرات بھی شامل تھیں جن کا اپنا عدالتی نظام اور محکمہ پولیس تھا۔ ہندو راجاؤں کی جاگیریں جوسمستان کہلاتی تھیں۔ یہ۱۲۲، ۳دیہاتوں ۶۱۹، ۱۱اسکوائر میل علاقہ پر اپنا انتظام رکھتی تھیں۔یہ بادشاہ کو حق مالکانہ یا پیشکش ادا کرتی تھی۔ جاگیر نگہداشت جمعیت یا پائیگاہ یہ وہ پرگنہ یا دیہات ہوتے تھے جن کے جاگیردار جمعت یا حفاظتی فوج کا انتظام رکھتے تھے۔صرف خاص میں ۴۴۳، ۱دیہات تھے جن کا رقبہ ۱۱۳، ۷مربع میل تھا۔ یہ تمام رئیس وقت کے کنٹرول میں ہوتے تھے۔دیوانی یا خالصہ سرکاری زمینات تھے جن کا انتظام دیوان یا مدارالمہام وزیراعظم کے ذمہ ہوتا تھا۔اگر صرف خاص اور پائیگاہ کے درمیان کوئی اہم معاملات طے کرتا ہوتو اس کے لیے نظام کی منظوری حاصل کرنا ضروری تھا۔ ۴/ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ کی کمیٹی صرف خاص کی تین عرضداشتوں کا ذکر کرتے ہوئے رئیس وقت نے یہ فرمان جاری کیا کہ ۵/ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ میں پائیگاہ اور صرف خاص کے باہمی معاملات کے نسبت جوتصفیہ ہوا ہے اس کے مدنظر صیغہ فینانس سے جو رپورٹ پیش ہوگی اس کی ترتیب کے وقت کمیٹی صرف خاص کی عرضداشتوں پر کافی غور کیا جائے۔صیغہ فینانس کمیٹی صرف خاص سے معلومات حاصل کرسکتی ہے اور رپورٹ آنے پر اس کو عرضداشت کے ذریعہ پیش کر کے میری (نظام) کی منظوری لینا لازم ہوگا۔(۷/ ربیع الاول ۱۳۴۸، ۱۵/ اگست ۱۹۲۹ء) صرف خاص کے مکمل اختیار کے ساتھ پائیگاہ اور دیگر جاگیرات کے معاملات بھی رئیس وقت کی مرضی سے طے پانا لازمی تھا۔ پائیگاہ جاگیر کے تعلقہ جات مختلف اضلاع (ڈسٹرکٹ) میں قائم تھے۔بیدر، ناندیڑ، عثمان آباد، گلبرگہ، میدک، اطراف بلدہ، نظام آباد اور

چند دیہات اورنگ آباد، ورنگل، محبوب نگر اور نلگنڈہ میں بھی موجود تھے۔
پائیگاہ کے معنی ''اعلیٰ مرتبہ'' یا اعلیٰ عہدہ دار کے ہوتے ہیں۔ یہ خطاب نظام علی خان نظام ثانی کے دور میں متعارف کیا گیا۔ نظام کے خاندان کی دیکھ بھال کے ساتھ ایک تربیت یافتہ فوج کو تیار رکھنا بھی پائیگاہ کے جاگیرداروں کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔ اس سلسلے کے بانی محمد عبدالخیر خان جو اودھ کے اعلیٰ مرتبت خاندان سے تعلق رکھتے تھے یہ نظام اول کے ساتھ آگرہ سے دکن آئے انھیں مالوہ کا نائب صوبہ دار بنایا گیا تھا۔ ان کے اکلوتے فرزند عبدالفتح خان کو تیغ جنگ کا خطاب نظام علی خان کی جانب سے مرحمت کیا گیا۔ شمس الامراء کے خاندانی خطاب کے ساتھ وہ دس ہزار سپاہیوں کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ یہ پائیگاہ کی ابتدا تھی۔ ان کے فرزند محمد فخر الدین خان کا عقد نظام علی خان دوم کی صاحب زادی سے کیا گیا۔ رئیس وقت اس خاندان میں شادی بیاہ کے رشتے قائم کرتے تھے۔ محمد فخر الدین خان کو جنگ، الدولہ خاندانی خطاب شمس الامراء، دادا کا نام عبدالخیر خان کے ساتھ دس ہزار روپے کا منصب، دس ہزار سپاہی، ماہی و مراتب، علم، نقارہ، پالکی جھالردار، عماری، مورچھل، جواہرات سے سرفراز کیا گیا۔ ۱۸۲۷ء کو امیر کبیر کا خطاب اور پائیگاہ اسٹیٹ کی سند نظام ثانی نے عطا کی۔ اس خاندانی سلسلے کو رفیع الدین خان نے ۱۸۷۷ء تک نبھایا۔ ان کے بعد رشید الدین خان نے اس عہدہ داری کو عمدہ طریقے سے نبھایا۔ ان کے دو بیٹے سرخورشید جاہ اور سر وقار الامراء تھے۔ پائیگاہ اسٹیٹ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ایک حصہ کی نمائندگی سر آسمان جاہ اور دوسرے حصہ کی رشید الدین خان کرتے تھے۔ رشید الدین خان کی وفات کے بعد یہ مزید تین شاخوں میں تقسیم ہوگئی۔ جو پائیگاہ آسمان جاہی، پائیگاہ خورشید جاہی اور پائیگاہ وقار الامراء کہلاتی تھی۔ اپنی جاگیرات میں ان امراء کے اپنے مکمل انتظامات ہوا کرتے تھے۔ ان کی آمدنی چالیس لاکھ ہوا کرتی تھی۔ [۳۲]

بڑی جاگیرات کے ساتھ چھوٹی جاگیریں بھی ہوا کرتی تھیں۔ بڑی اور چھوٹی جاگیر کو طے کرنے کے لیے اس کی سالانہ آمدنی کو مقرر کیا گیا۔ ۱۹/ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ کی پیش کردہ عرضداشت میں بڑے جاگیرداروں کے علاقے سے گزرنے والی سڑک کے تعمیری اخراجات وغیرہ کے ایک حصہ کا مطالبہ کرنے کے لیے جو طریقہ کارروائی ہے اسے عرض کرتے ہوئے منظوری چاہی گئی ہے۔ ساتھ ہی ۵/ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ کی عرضداشت میں یہ جواب استفسار عرض کیا گیا ہے کہ بڑے جاگیرات، ان جاگیرات کو قرار دینا چاہیے جن کی آمدنی سالانہ ایک لاکھ روپے ہو۔ اس عرضداشت پر حکم صادر کرتے ہوئے کہا گیا ''بڑے جاگیرات سے مذکور اخراجات کا مطالبہ کرنے کے نسبت عرضداشت اول الذکر میں معین المہام فینانس نے جو طریقہ کارروائی بتلایا ہے مناسب ہے حسبہ عمل کیا جائے۔ شرح دستخط۔ (۵/ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ ۱۴/ فروری ۱۹۱۶ء)

جاگیرداری نظام میں وراثت کا مسئلہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ریاست میں کئی ایسے جاگیردار اور منصب دار تھے جن کی موروثی جاگیر، منصب، خطاب اور عہدے ہوا کرتے تھے۔ ایسی صورت حال میں جب کوئی جاگیردار اپنا نسبی وارث نہیں رکھتا ہوا ان لاولد جاگیرداروں کے لیے وراثت کے اصول نافذ کیے گئے تھے۔ ۶/ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ کی ایک عرضداشت (صیغہ فینانس) جو لاولد منصب داروں کی وراثت کے لیے لاولد جاگیرداروں کے لیے جو اصول رائج ہیں تصفیہ کے لیے انھیں اصولوں کا لحاظ کیا جائے، (فرمان ۱۴/ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ۔) ان نافذ کردہ اصولوں میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا۔

☆☆☆☆

حکیم سید شاہ محمد خیر الدین قادری، صوفی، حیدر آباد

حضرت سید بابا شہاب الدین سہروردی عراقی رحمۃ اللہ علیہ

سرزمین دکن کو شمع ایمان واسلام سے منور کرنے والے محبوب بندوں نے اپنی جلوہ نمائی سے رونق بخشی، انہوں نے اپنے نور ولایت اور کمالات روحانی سے مخلوق خدا کو بہرہ مند کیا، ان کے روحانی اثرات اور محبت کے برکات سے ایک عالم فیض یاب ہوا، ان آسمان ولایت کے چمکتے ستاروں میں شہنشاہ دکن سلطان العارفین، قطب الاقطاب حضرت سید بابا شہاب الدین سہروردی عراقی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں، آپ کی ولادت پانچویں صدی کے اختتام پر بمقام عراق ہوئی، آپ حضرت بابا سید شرف الدین سہروردی کے برادر عزیز تھے، اس لحاظ سے آپ کا سلسلہ نسب تیرہویں پشت میں امام الانبیاء حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ سے ملتا ہے، حضرت بابا شہاب الدین اپنے پیر کے ہمنام ہونے کے علاوہ علم وعمل، اخلاق وکردار، انداز وگفتار، عبادت وریاضت، تقوی ومجاہدہ میں بھی اپنے پیر بے نظیر حضرت شہاب الدین عمر سہروردی کے عکس تھے، علم معرفت کے لیے اپنے پیر کی خانقاہ میں حاضر ہوئے، جہاں آپ نے سلوک کی منازل کو طئے کیا اور اپنے پیر کے خاص خلفاء میں شامل ہوئے۔

تاجدار دوعالم ﷺ کے حکم پر اشاعت اسلام کے لیے ۶۳۱ھ میں سلاطین خلجیہ میں زمانے میں سلطان شمس الدین التمس کے دور حکومت میں دہلی تشریف لائے آپ کے ساتھ ستر افراد تھے، جن میں دو آپ کے حقیقی بھائی حضرت سید بابا شرف الدین شہروردی جن کا مزار ''پہاڑی شریف'' کے نام سے مشہور ہے، اور حضرت سید بابا موسیٰ سہروردی تھے، اور بابا موسیٰ کے صاحبزادے حضرت بابا فرید سہروردی بھی آپ کے ہمراہ تھے، جن سے آپ کا خاندانی سلسلہ جاری ہوا، آپ کے پیر بھائی حضرت بابا فخر الدین سہروردی ''جن کا مزار منی کنڈہ میں ہے'' بھی آپ کے ساتھ تھے، تین سال دہلی میں تبلیغ اسلام کے امور انجام دیے، سلطان التمش کے بعد رضیہ سلطانہ تخت نشیں ہوئیں، اس وقت آپ دہلی سے دکن تشریف لائے، ۶۴۰ھ میں دکن کے بالا پور مقام پر قیام کیا، اس وقت حیدر آباد ورنگل کے نام سے تھا، جہاں رانی رُودرمہ کی حکومت تھی، پہاڑی والے مقام کو اپنا قیم گاہ بنایا، ابتداء غیر مسلم آپ سے نفرت کرتے تھے، لیکن آپ اس نفرت کا جواب محبت سے دیتے، آپ نے اپنے ہمراہیوں کو سنسکرت، تیلگو اور تمل سیکھنے کا حکم دیا، جس کی بناء پر تمام کو ان زبانوں پر عبور حاصل ہوگیا، ایک سال کے عرصہ میں آپ کے اخلاق کریمہ کی بناء پر لوگ آپ سے محبت کرنے لگے، پھر آپ نے توحید ورسالت کو ان کے سامنے پیش کیا تو لوگ اس پیغام حق کو قبول کرتے چلے گئے، پھر آپ اپنے بھائی کی رفاقت سے جدا ہو کر بمقام غار کی ٹیکری، شمس آباد پر رونق افروز ہوئے جہاں ذکر واذکار، وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری ہوا۔

آپ اوصاف حمیدہ کے پیکر، صاحب کشف وکرامات، جامع الفضل والکمال مقبول الدعا ولی تھے، اہل اصنام آپ کی عادت واطوار کو دیکھ کر مانوس ہوتے رہے، آپ بڑے خوش اخلاق، سادہ طبیعت، مہمان نواز تھے، ہر امیر وغریب، راجہ اور رعایا کی خاطر داری کرتے تھے، ہر ایک سے

خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، آپ کی یہ تعلیم تھی کہ ہم سب بنی آدم باہم برابر ہیں، سلاسل کے دور ہونے سے ایک دوسرے سے جدا ہوگئے، سب انسان بھائی بھائی ہیں، انسان آپس میں یکجہتی کے ساتھ رہیں، ہمدردی کریں، رنج و راحت میں شریک رہیں، آپ کے معتقدین کو یہ ہدایت ہوتی کہ کوئی بھی شخص دوسرے کو برا بھلا نہ کہے، آپ کی مجلس میں بلا فرق مذہب و ملت لوگ یکجہتی کا مظاہرہ کرتے، اللہ والوں کی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج بھی ہر خوشی و غم میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔

اللہ والوں کی تعلیمات انسان کو انسان کا احترام سکھاتی ہے، ایک دوسرے بندے سے محبت کرنا سکھاتی ہے، اور کسی زبان یا علاقہ سے نفرت نہیں سکھاتی، اسی لیے حضرت نے سنسکرت، تیلگو اور تمل زبان سیکھنے کا حکم دیا، یہ وہ دو اہم پہلو ہیں اگر آج کا انسان اس کو سمجھ جائے تو دنیا کے کسی بھی حصہ میں نفرت نہیں ملے گی، یہی اسلام کی تعلیم ہے اور یہی روحانیت ہے، اللہ تعالی اپنے ان بندوں کو بھٹکی ہوئی انسانیت کو جوڑنے کے لیے بھیجا ہے، اور بندوں کو اللہ سے ملانے کے لئے اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اللہ کے بندوں کی خدمت ہے، اس خدمت سے بندے میں غرور و تکبر کا خاتمہ ہوتا ہے، اور یہی بندہ اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے، بقول علامہ اقبال کے:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، نفرت کو ختم کرنے کے لیے ہر انسان کو آگے بڑھنے کی محبت و جرات عطا فرمائے، آمین۔

احمد علی برقی اعظمی

ایک فی البدیہہ طرحی غزل

ہے ضروری اک موقر زندگانی کے لئے
’’ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے‘‘
رکھ سکے اب بھی نہ گر اپنی صفوں میں اتحاد
رہئے پھر تیار مرگِ ناگہانی کے لئے
اب ابابیلوں کے لشکر کا کریں مت انتظار
ہے عمل کی بھی ضرورت کامرانی کے لئے
آپ کے پیشِ نظر ہے گر بقائے باہمی
سوچئے اپنی حیاتِ جاودانی کے لئے
مُہرۂ شطرنج بننے سے نہیں کچھ فایدہ
کیا کریں گے جی کے اس دنیائے فانی کے لئے
مال و دولت اور حکومت پر جنھیں ہے اپنی ناز
قطرہ قطرہ وہ ترس جائیں نہ پانی کے لئے
اُن کی غیرت اور حمیت کا یہی ہے امتحاں
موردِ الزام ہیں جو بے زبانی کے لئے
سب دھرا رہ جائے گا دنیا میں یونہی تخت و تاج
دیں نہ دعوت وہ بلائے ناگہانی کے لئے
دوسروں کی دستگیری کا بھروسہ چھوڑ کر
اپنا گھر خود ہی سنبھالیں حکمرانی کے لئے
کیجئے رب سے دعائے خیر اپنے صبح و شام
نوجوانوں کی سلامت نوجوانی کے لئے
جاگ جائیں خوابِ غفلت سے حرم کے پاسباں
ورنہ رہ جائیں گے برقیؔ بس کہانی کے لئے

ڈاکٹر عبدالقدوس
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج حسینی علم، حیدرآباد

ہندوستان کے آن لائن اردو اخبارات

اکیسویں صدی کو ہم سائبر دور کے نام سے جانتے ہیں، جس نے نہ صرف دنیا کے مختلف شعبوں کو متاثر کیا، بلکہ ان شعبوں میں نمایاں کارنامہ بھی انجام دیا۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ موجودہ دور کی سب سے زیادہ مفید اور حیرت انگیز ایجاد ہے۔ اس کی مدد سے ہم دنیا کی بہت سی معلومات آن لائن حاصل کرنے لگے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آن لائن تعلیم کا بھی رواج عام ہوگیا ہے۔ جسے ای ایجوکیشن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس دور میں ای ایجوکیشن، ای بکس، ای رسائل، اور ای اخبار جیسے الفاظ عام ہو گئے ہیں۔ دیگر زبانوں کی طرح اردو کے بھی بہت سے اخبار آن لائن شائع ہو رہے ہیں۔ آج میں انہیں آن لائن شائع ہونے والے اخبار پر ایک روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

دنیا کے مختلف مما لک میں آن لائن اردو اخبار کا ایک جال سا بچھ گیا ہے۔ ان سبھی کا احاطہ اس مختصر سے پیپر میں ممکن نہیں، اس لئے میں اپنے موضوع کو مختصر کرتے ہوئے، ہندوستان سے شائع ہونے والے اخباروں کو ہی موضوع بحث بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہندوستان کی دیگر ریاستوں سے آن لائن شائع ہونے والے اخباروں کی تعداد ۲۷ ہے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اعتماد　　۲۔ منصف

۳۔ سیاست ۴۔ روزنامہ اردو ٹائمس ممبئی　　۵۔ روزنامہ صحافت دہلی ممبئی لکھنؤ،

۶۔ جدید خبر دہلی　　۷۔ نئی دنیا (ہفت روزہ)

۸۔ ممبئی اردو نیوز　　۹۔ روزنامہ اردو راسٹریہ سہارا

۱۰۔ ہندوستان ایکسپریس دہلی۔　　۱۱۔ انقلاب

۱۲۔ گواہ حیدرآباد　　۱۳۔ ہمارا سماج

۱۴۔ آگ　　۱۵۔ اودھ نامہ

۱۶۔ اورنگ آباد ٹائمس　۱۷۔ وقار ہند

۱۸۔ صحافی دکن　　۱۹۔ روزنامہ ایشیا ایکپریس

۲۰۔ روزنامہ ہندوستان　۲۱۔ ملاپ

۲۲۔ کشمیر عظمیٰ　　۲۳۔ روزنامہ خبریں

۲۴۔ ہمارا سماج　　۲۵۔ رابطہ ٹائمس

۲۶۔ فاروقی تنظیم　　۲۷۔ الصفا

۲۸۔ تسکین　　۲۹۔ تعمیر

۳۰۔ روشنی　　۳۱۔ ہندسماچار

۳۲۔ ہند نیوز　　۳۳۔ صدائے حسینی

۳۴۔ اردو ٹائمز　　۳۵۔ سائبان

۳۶۔ سیاسی تقدیر　　۳۷۔ انوار قوم

۳۸۔ مرکز　　۳۹۔ سیاسی افق

۴۰۔ دعوت　　۴۱۔ وقار ہند

۴۲۔ ساحل آن لائن　　۴۳۔ سیاسی تنظیم

۴۴۔ سری نگر نیوز　　۴۵۔ اسلامک وائس

۴۶۔ دور جدید　　۴۷۔ آبشار

۴۸۔ ہمارا مقصد　　۴۹۔ سالار ہند

۵۰۔ اردو تہذیب نیٹ　۵۱۔ اڑان

۵۲۔ چوتھی دنیا ۵۳۔ ملاپ

۵۴۔ القمر ۵۵۔ اخبار وافکار

۵۶۔ صدائے حسینی ۵۷۔ مشرق

۵۸۔ عالمی اخبار ۵۹۔ سفیر میل

۶۰۔ بصیرت آن لائن ۶۱۔ صدائے اودھ ۶۲۔ امین

۶۳۔ رہبر ۶۴۔ متاع آخرت

۶۵۔ وارث اودھ ۶۶۔ روزنامہ ہندوستان ۶۷۔ حقیقت ٹائمس ۶۸۔ پیغام

۶۹۔ قومی امکان ۷۰۔ انکشاف

۷۱۔ روزنامہ اردو ۷۲۔ الجمیعہ

اس فہرست میں شامل اخباروں میں زیادہ تر اخبار روزنامہ اور کچھ اخبار ہفت روزہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں کچھ اخبار ایسے ہیں جن کے بہت سے اڈیشن شائع ہوتے ہیں، ان اخباروں میں انقلاب اور روزنامہ راسٹریہ سہارا کے نام لیے جاسکتے ہیں، جن کے بہت سے ایڈیشن شائع ہوتے ہیں۔

ہندوستان کے کچھ شہر ایسے ہیں جہاں سے کئی آن لائن اخبار شائع ہوتے ہیں، ان شہروں میں حیدرآباد، لکھنؤ، دہلی اور اورنگ آباد جیسے شہر شامل ہیں۔

حیدرآباد:

حیدرآباد اردو زبان وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کے حکمرانوں نے نہ صرف اردو زبان وادب کی آبیاری کی بلکہ یہاں کی عوام نے بھی اس زبان کو قبول کر کے اس زبان کو عزت بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اردو بولنے والوں کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ اس شہر سے بھی بہت سے آن لائن اخبار شائع ہوتے ہیں، ان آن لائن شائع ہونے والے اخباروں میں اعتماد، منصف، سیاست، گواہ، صدائے حسینی، وقار ہند، سفیر میل، انکشاف، صحافیٔ دکن جیسے اخبار شامل ہیں۔ ان اخباروں میں سیاست، اعتماد، منصف کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ حیدرآباد کا اعتماد ایک ایسا اخبار ہے جو اردو کے تمام اخباروں میں سب سے پہلے آن لائن ہوتا ہے۔ اس اخبار کو صبح ۳ بجے آن لائن کر دیا جاتا ہے۔

لکھنؤ:

سرزمین لکھنؤ نے تہذیبی اور روایتی اقدار کے ساتھ ساتھ تحقیقی اور لسانی سطح پر اتنا بڑا ادبی سرمایہ پیدا کیا ہے کہ اردو زبان وادب کا تصور لکھنؤ کے بغیر ممکن نہیں۔ یہاں کی عوام کی دلچسپیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں سے بھی اردو کے بہت سے آن لائن اخبار شائع ہوئے۔ ان شائع ہونے والے اخباروں میں صحافت، آگ، ہند نیوز، مرکز، عوامی سالار، وارث اودھ، اودھ نامہ جیسے اخبار شامل ہیں۔ ان میں روزنامہ آگ کو اس لیے سبقت حاصل ہے کہ یہ اخبار ایک ساتھ دو زبانوں میں شائع ہوتا ہے جس کا آدھا اخبار اردو اور آدھا اخبار ہندی میں شائع ہوتا ہے۔ اس اخبار کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس اخبار کا روز ایک صفحہ ادبی گوشہ پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں ادب سے متعلق تنقیدی، تحقیقی، مضامین کے ساتھ ساتھ افسانے اور غزلیں بھی روز شائع کی جاتی ہیں۔

دہلی:

دہلی نے اردو کے فروغ میں مرکزی کردار ادا کیا، یہی وجہ ہے کہ اردو صحافت کے فروغ کے ابتدائی نقوش اسی سرزمین میں پیوست نظر آتے ہیں۔ جسے ہم دہلی اردو اخبار کے طور پر جانتے ہیں۔ عصر حاضر میں بھی اس شہر نے صحافت کے میدان کو آگے لے جانے میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہلی سے شائع ہونے والے اخباروں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کے نام یہ ہیں۔ نئی دنیا، ہندوستان ایکسپریس، جدید خبریں، روزنامہ خبریں، فاروقی تنظیم، سائبان، ہند نیوز، دعوت، ہمارا مقصد، سالار ہند، چوتھی دنیا، اردو تہذیب نیٹ، الجمیعہ، مسرت، سیاسی خبریں، میزائل ایکسپریس، قاصد صحت اور سماج، اور مسلم دنیا۔

ممبئی:

ممبئی میں اردو والوں کی خاصی تعداد بڑھی ہے جو شہر سے مضافات کے دور دراز علاقوں تک پھیل گئی ہے۔جن کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ۴۰ سے ۵۰ لاکھ تک ہے۔یہاں سے شائع ہونے والے آن لائن اخباروں میں روزنامہ اردو ٹائمز، ممبئی اردو نیوز، روزنامہ ہندوستان اور میرا بھارت ٹائمز شامل ہیں۔

اورنگ آباد:

اورنگ آباد دکن کا قدیم علاقہ ہے جو بعد میں مہاراسٹرا میں ضم کردیا گیا۔یہاں بھی اردو والوں کی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔اسی لئے اس چھوٹے سے شہر سے بھی تین آن لائن اخبار اورنگ آباد ٹائمز، ڈیلی ہندوستان، اور ایکسپریس ایشیاء شائع ہوتے ہیں۔اردو روزنامہ اورنگ آباد ٹائمز نے ابھی ایک اور دو اپریل ۲۰۱۷ء کو اپنی گولڈن جبلی تقریب منائی ہے۔اس تقریب کے تحت قومی کونسل برائے فروغ زبان نئی دہلی کے توسط سے دوروزہ قومی سیمینار اردو صحافت کے موضوع پر منعقد کیا گیا جس میں ہندوستان بھر سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

مندرجہ بالا فہرست سے ہمیں اس بات کا اندازہ تو ہوگیا کہ ہندوستان میں آن لائن شائع ہونے والے اخبار کی ایک کثیر تعداد ہے جو اردو زبان وادب کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ان اخباروں میں زیادہ تر اخبار ایسے ہیں جو شہرت تو نہیں رکھتے مگر یہ کیا کم ہے کہ انھوں نے عصری منظر نامے پر قدم رکھ کر انفارمیشن ٹکنالوجی سے اردو زبان وادب کو جوڑنے کی کوشش ضرور کی ہے۔

ہندوستان کے اہم آن لائن اردو اخبار:

ہندوستان کے اہم آن لائن اردو اخباروں میں روزنامہ راشٹریہ سہارا ردو، انقلاب، سیاست، منصف، اوراعتماد ہی ایسے اخبار ہیں جو قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور ان کا سرکیولیشن بہت زیادہ ہیں۔جن میں انقلاب اور روزنامہ راسٹریہ سہارا دو ایسے اخبار ہیں جو کئی ریاستوں کے ساتھ ساتھ کئی شہروں سے ایک ساتھ شائع ہوتے ہیں، اس کے علاوہ سبھی اخبار اپنے اپنے علاقوں میں مقبولیت رکھتے ہیں۔

اب تک ہم نے ان اخباروں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے جو پیپر پر پرنٹ ہوتے ہیں۔اب ایسے اخباروں پر بھی نظر ڈال لی جائے جو صرف اور صرف آن لائن اپلوڈ کیے جاتے ہیں۔

اخباروں کو پرنٹ کرنا اور دور دراز علاقوں تک پہنچانا ایک مشکل عمل ہے، اس کام سے بچنے کے لیے کچھ افراد نے کارخیر کو مدنظر رکھتے ہوئے آن لائن اخبار شروع کیا جن میں ایک اہم نام www.baseeratonline.com کا ہے، جنھوں نے اس سائٹ پر ایک آن لائن اخبار ''بصیرت'' کے نام سے نکالنا شروع کیا۔یہ ہندوستان میں اردو دنیا کا پہلا اخبار ہے جو ۲۴ گھنٹے اپڈیٹ رہتا ہے۔اس اخبار کو مندرجہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔سرورق	۲۔ہندوستان
۳۔اخبار جہاں	۴۔مسلم دنیا
۵۔خاص خبریں	۶۔شمع فروزاں
۷۔مضامین ومقالات	۸۔جہان بصیرت
۹۔تاریخ وادب	۱۰۔سیرت وشخصیت
۱۱۔اسلامیات	۱۲۔خواتین واطفال
۱۳۔طب وسائنس	

ساحل آن لائن نیٹ(sahilonline.net):

بھٹکل سے آن لائن اپلوڈ ہونے والا اخبار ہے اس اخبار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ساتھ تین زبانوں اردو، انگریزی، اور کنتڑ میں شائع ہوتا ہے۔

اخبار اردو ڈاٹ کام (www.akhbarurdu.com):

ہندوستان کی بے حد مقبول سائٹ ہے اس سائٹ پر ہندوستان سے

شائع ہونے والے ہندی اردو اور انگریزی کے تمام اخبار اپلوڈ کردیے جاتے ہیں۔آن لائن اخبار کو سرچ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اس سائٹ نے اس کمی کو پورا کرنے میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔

مضامین ڈاٹ کام: اس سائٹ کا قیام ایک اپریل ۲۰۱۶ء کو عمل میں آیا اس کا بھی مقصد ہندوستانی عوام تک روزانہ شائع ہونے والے اخبارات کو پہنچانا ہے۔

آخر میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جام جہاں نما کلکتہ ۱۸۲۲ء سے شروع ہونے والے اخبار نے آج عصر حاضر میں ترقی کے کئی منازل طئے کرچکی ہیں۔عصر حاضر میں ہمیں اب اخبار آنے کا انتظار نہیں رہتا بلکہ ہم اپنے موبائل، لیپ ٹاپ یا ڈیسک ٹاپ پر آن لائن اخبار پڑھ لیتے ہیں۔بہت سے اخبار کے باقاعدہ طور پر موبائل ایپ بھی تیار کیئے گئے ہیں، جہاں پر ہمیں روز کا اخبار موصول ہوجارہا ہے۔یہ ایک خوش آئند خبر ہے کہ اردو کو عام کرنے میں ان اخباروں کے ساتھ ساتھ انفارمیشن ٹکنالوجی نے بھی نمایاں رول ادا کیا ہے۔

☆☆☆☆

مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم

شاہی ہلز شاہین نگر حیدر آباد

مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم شاہی ہلز شاہین نگر حیدرآباد میں ۱۵رجنوری ۲۰۱۷ء کو قائم کیا گیا تا کہ امت مسلمہ کے نونہالان زیور علم سے آراستہ ہوں اور ملک وملت کی خدمت میں وقف ہو جائیں۔اللہ رب العزت ان مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔آمین یارب العلمین۔

مدرسہ ہذا اقامتی غیر اقامتی ہے۔فی الحال اقامتی میں شعبہ ناظرہ، شعبہ حفظ، اردو، انگلش، حساب اور کمپیوٹر کی تعلیم کا عمدہ نظم ہے۔کیونکہ مدرسہ ہذا کو الحمدللہ ان علوم کے ماہرین کی خدمات حاصل ہے۔ان شاء اللہ مستقبل قریب میں مزید وسائل کے فراہم ہونے کی صورت میں درس نظامیہ اور مختصر مدتی عالم کورس، سیرت نبویؐ، تاریخ، دستور ہند وغیرہ کے شعبہ جات قائم کرنے کا ارادہ ہے اور ایسے افراد ان شاء اللہ تیار کرنا ہے جو عربی، انگلش، اردو زبان وغیرہ پر مکمل دسترس رکھیں، تا کہ ملک میں قومی یکجہتی اور بھائی چارگی کا بول بالا ہو۔اللہ رب العزت ان عزائم ومقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔آمین۔

مدرسہ ہذا اور ٹرسٹ کو کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔جملہ اخراجات کی ادائیگی اہل خیر حضرات کے تعاون سے ہوتی ہے، اور کوئی فیس طالب علموں سے نہیں لی جاتی ہے۔ایک طالب علم پر ماہانہ خرچ تقریباً ۱۵۰۰ر پندرہ سو روپے ہے۔فی الحال مدرسہ کا ماہانہ خرچ تقریباً ۵۰۰۰۰ر پچاس ہزار روپے ہے۔اس وجہ سے آپ تمام حضرات سے گزارش ہے کہ دامے درمے، سخنے، زکوۃ، صدقات، عطیات اور اشیاء جات سے تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔جزاکم اللہ واحسن الجزاء۔

DR. S.J HUSSAIN
MD (Unani)
Former director Incharge
Central Research Institute Of Unani Medicine
Govt of India

website: www.unanicentre.com
Email:syedjalilhussain@gmail.com
jaleel_hussain@yahoo.com

Dr. Jaleel's
یونانی سینٹر فار کارڈیک کیر
UNANI CENTER FOR CARDIAC CARE

Consultation Time
Morning:11:00 am to 2:30 pm-Evening:7:00 pm to 9:30 pm
(Friday Morning and Sunday Evening Closed)

Cell:
+91 8142258088
+91 7093005707

Adress -: No: 8-1-332/3/B-69, RoadNo 1(A)Arvind Nagar Colony
Tolichowk Hyderabad - 500008 T.S India

احمد نور عینی
پی ایچ ڈی اسکالر، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنا

شہریت دور جدید کی ایک اہم اصطلاح ہے، ماضی کا اسلامی لٹریچر اس اصطلاح سے ناآشنا ہے، شہریت سے کئی شرعی مسائل جڑے ہوئے ہیں، اختصار کے پیش نظر یہاں ان میں سے صرف ایک مسئلے پر روشنی ڈالی جارہی ہے اور وہ مسئلہ ہے کسی مسلم ملک کے باشندے کا کسی غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنے کا۔

غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنے کی مختلف امکانی صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم بھی ایک جیسا نہیں ہے :

(۱) یہودیوں کا ملک اسرائیل چوں کہ مسلمانوں کی زمین غصب کرکے ناجائز طور پر تشکیل دیا گیا ہے، اس لئے اس ملک کی مستقل شہریت اختیار کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کے عہدیداروں کو شہریت کی درخواست پیش کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ یہ ملک ان غاصبوں کا ہے اور اس کا وجود جائز بنیادوں پر استوار ہے۔

(۲) وہ ممالک جو ٹھیٹھ معنوں میں دارالحرب ہوں، جہاں دین پر عمل کرنا دشوار ترین امر ہو، مذہبی آزادی حاصل نہ ہو اور انفرادی زندگی میں بھی اسلامی احکام کی بجا آوری مشکل ہو تو ایسے ملک کی بھی شہریت اختیار کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ ایسے ممالک سے بہ صورتِ امکان ہجرت واجب ہے؛ چہ جائے کہ وہاں کی شہریت اختیار کی جائے، صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ بھی اسی طرح کا دارالحرب تھا؛ اس لئے قدرت ہونے کے باوجود کسی عذرِ شرعی کے بغیر وہاں سے ہجرت نہ کرنے والوں کے بارے میں سنگین وعید نازل ہوئی :

أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَأُوْلَـٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيْراً.

(النساء:۹۷)

کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے، یہی ہیں وہ لوگ جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

(۳) کسی مسلمان کو اس کے ملک میں روزگار کے ذرائع میسر نہ ہوں، پوری تگ و دو کے باوجود بھی کسی مسلم ملک میں روزی روٹی کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ ہو پائے اور تنگی کی وجہ سے فاقہ کشی کی نوبت بھی آجاتی ہو، ایسے شخص کو اگر کسی غیر مسلم ملک میں ملازمت ملے یا روزگار کا کوئی ذریعہ ہاتھ آئے جس کی وجہ سے وہ وہاں کی شہریت اختیار کرلے تو اس کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہ اضطرار کی حالت ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنے دین وایمان کے سلسلے میں مامون ہو؛ کیوں کہ حفظ دین کا درجہ حفظ نفس سے بڑھا ہوا ہے۔

(۴) یہی حکم اس شخص کے بارے میں بھی ہوگا جو اپنے ملک میں ناحق ظلم وستم کا شکار ہو، بلاکسی جرم کے قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہو، اربابِ اقتدار کی چیرہ دستیوں سے زندگی اجیرن بن گئی ہو اور کوئی دوسرا مسلم ملک بھی شہریت دینے پر آمادہ نہ ہو یا اگر کسی دوسرے مسلم ملک میں شہریت مل بھی جائے تو بھی ظالموں کے ہاتھ وہاں تک پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو، جس کی وجہ سے غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنے کے سوا اس کے سامنے اور کوئی راستہ نہ ہو۔

(۵) کوئی شخص فاقہ کشی کا شکار نہ ہو اور نہ ہی ظلم وستم سے دوچار ہو اور جس ملک کی شہریت اختیار کر رہا ہو وہاں مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہو؛ لیکن تہذیب وتمدن کے نام پر بدتہذیبی کا ایسا سیلاب ہو کہ سفینۂ ایمان دین بے زاری کے گرداب میں غرقاب ہوجائے اور اس کے پاس ''عشق'' کی عظیم دولت کی فراوانی بھی نہ ہو کہ ''عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام''، جس کی وجہ سے ماحول میں ڈھل جانے اور ایمانی حمیت کے ختم ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسے شخص کے لئے اس غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ موت تک اسلامی احکام پر کاربند رہنا فرض ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوْتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ . (آل عمران:۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلمان رہو۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

أنا بريء من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين .

(أبوداؤد، كتاب الجهاد، النهى عن قتل من اعتصم بالسجود:۲۶۴۵)

میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار کرے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اپنے دین وایمان کے سلامت رہنے کے سلسلہ میں مامون نہ ہو :

وهذا محمول على من لم يأمن على دينه .

(فتح البارى : الجهاد والسير، وجوب النفير:۶/۴۸)

یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جو اپنے دین پر مامون نہ ہو۔

(۶) کوئی شخص کسی غیر مسلم ملک میں خالص دعوتی نقطۂ نظر سے رہائش اختیار کرنا چاہے؛ تاکہ وہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے، اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دے، لوگوں کے شبہات کا ازالہ کرے یا مسلمانوں کے درمیان تعلیم وتبلیغ کا فریضہ انجام دے اور کفر کے اندھیروں میں ہوا کی تندی وتیزی سے بے پروا ہو کر اسلام کی شمع روشن کرے، تو ایسے شخص کا اس غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنا صرف جائز ہی نہیں؛ بلکہ امر مستحسن ہے اور اس کا یہ عمل قابل ستائش ہے، غیر مسلم ملکوں میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں جواز کی دلیل کے لئے کافی ہیں۔

(۷) کوئی شخص دعوتی مقصد کے تحت کسی غیر مسلم ملک کی شہریت حاصل کرنا چاہتا ہے؛لیکن ساتھ میں اس کا ارادہ معاشی استحکام پیدا کرنا بھی ہے تو یہ صورت بھی شرعاً جواز کے دائرے میں ہوگی ، اللہ تعالیٰ نے عازمینِ حج کو ایامِ حج میں تجارت کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا :

لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَن تَبۡتَغُوا۟ فَضۡلاً مِّن رَّبِّكُمۡ . (البقرۃ:۱۹۸)

تم پر کچھ حرج نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

یعنی کسی کا اصل مقصد حج کرنا ہو اور ساتھ میں وہ تجارت بھی کرے تو اس کی اجازت ہے، کذا ہذا۔

(۸) اگر مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو، یعنی جس مملکت کی شہریت حاصل کرنی ہے، وہ دار الحرب بھی نہ ہو، اسرائیل جیسی ریاست بھی نہ ہو، مذہب پر عمل کرنے میں دشواری بھی نہ ہو، ماحول میں ڈھل جانے کا اندیشہ بھی نہ ہو اور شہریت حاصل کرنے والا فاقہ کشی سے دوچار بھی نہ ہو، ظلم و ستم کا شکار بھی نہ ہو اور اس شہریت حاصل کرنے کے پیچھے کوئی خاص دعوتی مقصد بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ شہریت اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور حسبِ ذیل روایات سے استدلال کیا جاتا ہے :

- قال (ﷺ) : أنا بریٔ من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين ، قالوا : يا رسول الله ! لم ؟ قال : لا تراءٰ نارا هما . (أبوداؤد ، كتاب الجهاد ، النهى عن قتل من اعتصم بالسجود:۲٦٤٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان اقامت اختیار کرے ، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں؟ آپ نے جواب دیا: ان دونوں کی آگ میں امتیاز نہیں ہو سکے گا۔

- من جامع المشرک وسکن معه فإنه مثله . (أبوداؤد، کتاب الجہاد، فی الاقامۃ بأرض الشرک:۲۷۸۷)

جو مشرک کے ساتھ میل جول رکھے اور ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے تو وہ اس مشرک جیسا ہے۔

- لا تساكنوا المشركين ولا تجامعوهم ، فمن ساكنهم أو جامعهم فهو مثلهم . (ترمذی ، کتاب البر ، ماجاء فی كراهية المقام بين أظهر المشركين :۱٦۰۵)

مشرکوں کے ساتھ سکونت اختیار مت کرو اور ان سے میل ملاپ نہ رکھو، جو کوئی ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے گا یا ان سے میل ملاپ رکھے گا تو وہ ان ہی جیسا شمار ہوگا۔

- لا تتركوا الذرية ؛ يعنى بإزاء العدو . (مراسيل لأبى داؤد ، باب ماجاء فى إنزال الذرية السواحل والثغور: ۱/۲۵۳)

اپنی اولاد کو نہ چھوڑو، یعنی دشمن کے درمیان۔

ان احادیث کی وجہ سے عام طور پر غیر مسلم مملکت کی شہریت حاصل کرنے سے منع کیا جاتا ہے؛لیکن خیال ہوتا ہے کہ یہ احادیث عام نہیں ہیں ؛ کیوں کہ اگر یہ عام ہوتیں تو غیر مسلم ملک کے شہریوں پر بہر صورت ہجرت واجب ہوتی ؛

حالاں کہ ایسا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ شارحِ حدیث علامہ ابن حجرؒ نے اس نہی کو مخصوص صورتِ حال پر محمول کیا ہے، وہ فرماتے ہیں :

أنا برئ من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين ، وهذا محمول على من لم يأمن على دينه .

(فتح الباری ، کتاب الجهاد والسیر ، وجوب النفير:۶/۴۸)

(آپ ﷺ کا ارشاد) مشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرنے والے ہر مسلمان سے میں بری ہوں ، کا مصداق وہ شخص ہے جو اپنے دین کے سلسلہ میں مامون نہ ہو۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے دین وایمان کے سلسلہ میں مامون اور مطمئن ہو اور اسلام مخالف ماحول میں ڈھل جانے کا اندیشہ نہ ہو تو خواہ اس کا مقصد خالص معاشی فوائد حاصل کرنا ہی کیوں نہ ہو اسے غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆☆

فراز ادیبی
مبارک پور، اعظم گڑھ

غزل

غلو کے ساتھ مری غیبت بیاں نہ کر
مجھے زمیں ہی رہنے دے آسماں نہ کر
مرے وجود کو بس مختصر ہی رہنے دے
میں ایک لفظ ہوں مجھ کو تو داستاں نہ کر
تو چاہتا ہے بلندی اگر زمانے میں
کسی بزرگ کی مسند کو پائیداں نہ کر
سربازار ابھی مرا نام رہنے دے
تو میری رات کو دنیا میں بے نشاں نہ کر
ابھی خوشہ گندم نے سر نکالا ہے
ابھی کسان پہ نافذ کوئی لگان نہ کر
خود اپنے بھائی سے لڑنا مجھے پسند نہیں
مرے خلاف تو میرا ہی خاندان نہ کر
یہ درد پایا ہے میں نے بڑی مشقت سے
مرے بدن سے الگ تو مری تھکان نہ کر
حسد کا روگ نہ لگ جائے میرے یاروں کو
بلند اتنی زمانے میں میری شان نہ کر
فراز! روک لے مژگانِ صبر پر ان کو
ان آنسوؤں کو مصائب کا ترجمان نہ کر

مولانا محمد سالم قاسمی، احیاء العلوم مبارک پور

عید کے بعد بھی بندگی......!

ابھی برکت ورحمت سے مالا مال ایام کا مہینہ ’’رمضان المبارک‘‘ اختتام پذیر ہوا ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اختتام ہوگیا ہے، جو رونق وشوکت ماہ رمضان کے مبارک ایام میں تھی، وہ ناپید ہوچکی ہے، وہ عبادت وریاضت، سمع وطاعت، اطاعت شعاری وگریہ وزاری، جود وسخا، صبر وشکر، مواسات وغم خواری اور دوسروں کے حقوق وغیرہ کے خیال کا ایسا سماں تھا، کہ اب اس کا تصور ناممکن سا معلوم ہو رہا ہے، حالاں کہ رمضان صرف اس لیے نہیں تھا کہ اسی خاص مہینے میں سب کچھ عبادت واطاعت کرلیا جائے، باقی پورے سال کو اپنی خواہشات ومرضیات کے مطابق گزارا جائے، اور اسلام کو صرف ’’رسم مسلمانی‘‘ کے طور پر اپنی زندگی کے اندر اتارا جائے۔

درحقیقت ماہ رمضان پورے سال کا تربیتی کیمپ ہے، جس میں بندوں کو تقوی واطاعت شعاری کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے، اور انھیں آہستہ آہستہ اُس نہج پر لایا جاتا ہے، جہاں اللہ اور اس کے رسول کی خوش نودی کا پروانہ نصیب ہو، آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ روزہ نام ہے ’’طعام وشراب اور جنسی تقاضوں سے اپنے آپ کو روک لینا‘‘ کا، یہ روزہ کا ظاہر ہے، جس کے باطن میں ایسے رازہائے سربستہ چھپے ہیں جن کے حقائق کی تہ تک پہنچنا سب کے بس کی بات نہیں ہے۔

یہ ’’کھانے، پینے اور جماع سے رکنے‘‘ کا موازنہ مشہور نیت والی حدیث......جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے......سے کیجیے، جس میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ’’اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے‘‘ (بخاری ومسلم) اس سے یہ حقیقت کھل کر واضح ہوجاتی ہے، روزے میں نیت کا مکمل دخل ہے، چوں کہ اس کے اندر ریا ودکھاوے کا کوئی شائبہ نہیں ہے، اسی لیے روزہ داروں سے یہ کہنا نہیں پڑتا کہ روزہ کی حالت میں آپ کے لیے کھانا، پینا اور جماع کرنا درست نہیں ہے، بل کہ وہ محض اللہ کے خوف اور ڈر سے یہ سب چھوڑ دیتا ہے، اور دراصل یہی تقوی کی پہلی سیڑھی ہے، جس کے ذریعہ ایک مسلمان اللہ کے قریب تر ہونا شروع کرتا ہے، اور جیسے جیسے اس کے مذکورہ احساس کے اندر اضافہ ہوتا ہے، وہ مزید معراج تقرب میں ترقی کرتا ہے، بالآخر اس منزل تک پہنچ جاتا ہے، جس کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں روزہ کی فرضیت کا غایت ومقصود قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن. (البقرة: 183) کہ اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جیسا کہ پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

مشہور مفسر ابوحیان اندلسیؒ اس آیت میں ’’تتقون‘‘

کے ٹکڑے کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تتقون''، الظاهر: تعلق لعل بكتب، أي: سبب فرضية الصوم هو رجاء حصول التقوى لكم، فقيل: المعنى تدخلون في زمرة المتقين؛ لأن الصوم شعارهم. (البحر المحيط)

یعنی روزے کی فرضیت کا مقصد تقوے کا حصول ہے، اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تم متقیوں کے زمرے میں داخل ہوجاؤ، اس لیے کہ روزہ ان (متقیوں) کا شعار ہے۔

اس پورے پس منظر میں یہ بات قابل غور ہے کہ جب ہم اللہ کے حکم پر روزہ رکھتے ہیں، تراویح پڑھتے ہیں اور دیگر ممنوعات سے احتراز کرتے ہیں، اور یہ عمل تقریباً ایک مہینہ کرتے ہیں، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ رمضان کا مہینہ گزرتے اور عید کا چاند نظر آتے ہی تبدیلی ہوجاتی ہے؟ اور مسلمانوں کا اکثریتی طبقہ نماز اور دیگر عبادات سے غافل اور بے پرواہ ہوجاتا ہے، اور دوبارہ انھیں نافرمانیوں اور غفلت شعاریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، جن میں وہ پہلے سے چلا آ رہا تھا، پورے ایک مہینہ تربیت وٹریننگ حاصل کرنے کے باوجود کیسے اس ''رمضانی نہج'' کو چھوڑ دیتا ہے اور اللہ ورسول کی اطاعت کو ترک کر کے شیطانی وطاغوتی اعمال میں مبتلا؛ بل کہ مست ہوجاتا ہے، یہ ایک سوال ہے جو ہر دین دار کو عید بعد جھنجھوڑتا ہوگا؟؟

اس حوالے سے قابل غور بنیادی بات یہ ہے کہ ہم روزہ بھی رکھ لیتے ہیں، تراویح کا بھی اہتمام کر لیتے ہیں اور دیگر عبادتوں کو بھی انجام دے لیتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایک رسم ورواج اور ماحول کے طور پر ہوتی ہے، جس کی حقیقت ہمارے اندر نہیں ہوتی ہے، بل کہ وہ ایک جسد ہوتا جس کی روح مفقود ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عید کے دن ہی بہتیرے مسجد سے دور ہوجاتے ہیں، جب کہ وہ دن خوشی کا ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے انعامات کا دن ہوتا ہے، لیکن بڑا طبقہ اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔

یہ ''رمضانی نہج'' صرف اسی مبارک ماہ کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بل کہ یہ چیز تو ہر مسلمان کی زندگی میں ہمہ وقت اور ہر شعبہ میں ہونی چاہیے، کوئی بھی مسلمان اس حوالے سے کامل مسلمان ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کی زندگی کے بعض حصوں اور بعض شعبوں میں تو ایمان واعمال ہوں، اور بقیہ اس سے عاری ہوں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. (سورة البقرة: 208) کہ اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں، جہاں مشہور قول کے مطابق اس آیت کا نزول اہل کتاب جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں مفسرین نے بیان کیا ہے، وہیں بہت سے مفسرین نے یہ بھی اختیار کیا ہے کہ آیت مذکورہ مخلص مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور ان سے کہا گیا ہے کہ تم اسلام کے تمام شعبوں پر عمل درآمد کرو، کسی بھی شعبہ میں اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو۔ علامہ آلوسی بغدادیؒ آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ذکر کر کے لکھتے ہیں: وقيل: الخطاب للمسلمين الخلص، والمراد من السلم شعب الإسلام، وكافة حال منه، والمعنى: ادخلوا أيها

المسلمون المؤمنون بمحمد ﷺ في شعب الإيمان كلها، ولا تخلوا بشيء من أحكامه، وقال الزجاج في هذا الوجه: المراد من السلم الإسلام، والمقصود أمر المسلمين بالثبات عليه، وفيه أن التعبير عن الثبات على الإسلام بالدخول فيه بعيد غاية البعد، وهذا ما اختاره بعض المحققين. (روح المعانی) اس کا خلاصہ یہ کہ اس آیت میں خطاب عام مخلص مسلمانوں سے کیا گیا ہے، اوران سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم ایمان کے تمام شعبوں پر عمل کرو، اور کوئی بھی شعبہ تمہارے عمل سے خالی نہ رہے، بل کہ تم اس پر ثابت قدم رہو۔

یہ ثبات قدمی اور دوام کا مضمون احادیث طیبہ کے اندر بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”إن أحب الأعمال إلى الله ما دام وإن قل“ (بخاری ومثلہ فی مسلم) کہ اللہ تعالی کو محبوب عمل وہ ہے جس میں مداومت یعنی پابندی ہو، چاہے وہ کم ہی ہو۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رمضان المبارک میں ہمارے اندر رسمی ورواجی دین داری آتی ہے، جو کہ محض ماحول کے تاثر سے ہوتی ہے، جس کا حقیقت بالا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، اسی لیے جیسے ہی یہ ماحول ختم ہوتا ہے، وقتی دین داری بھی ہم سے رخصت ہو جاتی ہے اور پھر وہی گھسے پٹے پرانے دین دار باقی رہ جاتے ہیں، جیسے لگتا ہے کہ انھوں نے دین کا ٹھیکہ لے رکھا ہو اور باقی حضرات فقط دنیا داری کے ذمہ دار ہیں۔

ہمیں اس رمضان کی اہمیت کو سمجھنا ہوگا، اور جو عظیم مقصد اس کے اندر پنہاں کیا گیا ہے اسے اختیار کر کے اپنی زندگی کو مکمل نہج اسلامی اور دین داری پر لانا ہوگا، جو وقتی اور ناپائیدار دین داری کا فروغ ہمارے اندر ہے اس کو الوداع کہنا ہوگا، اور حقیقی معنوں میں کامل ومکمل دین کو اپنے اندر سمونا، اس کی نشر واشاعت کی فکر وکوشش اور ہر چہار جانب اس کو پھیلانے کو اپنا فرض منصبی سمجھنا ہوگا۔

اگر ہر فرد اس کو سمجھنے لگے اور اس فکر وسوچ کو زندگی کا جزو لاینفک بنالے تو یقیناً یہ بات کہا جاسکتی ہے کہ بہت جلد یہ ماحول بدل سکتا ہے اور صحیح وحقیقی دین داری ہمارے اندر بھی فروغ پاسکتی ہے، جس پر جناب نبی کریم ﷺ نے امت کو چھوڑا تھا، اور اعلان کیا تھا کہ تم جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے۔ ”تركت فيكم أمرين، لن تضلوا ماتمسكتم بهما: كتاب الله وسنة نبيه“. (موطأ امام مالک) والله من وراء القصد وهو يهدي السبيل.

Mohammed Abdul Khader Cell : 9392492002
: 9885959976
HUSSAIN
KIRANA STORE
WHOLESALE & RETAIL
Specialist in : All Kinds of Catering Suppliers
22-3-480/482, Clock Tower Main Road,
حسین کیرانہ اسٹور ہول سیل اینڈ ریٹیل
H.K. Caterers
مین روڈ میر عالم منڈی حیدرآباد

ابوہریرہ، اینکر نیوز18

آئی پی ایل: سیزن 11 میں مسلم کھلاڑیوں کی کارکردگی

آئی پی ایل یعنی انڈین پریمیر لیگ کا گیارہواں سیزن اختتام کو پہنچا۔دھونی کی قیادت میں چنئی سپر کنگس ٹیم تیسری بار چیمپئن بنی۔ دوسال کے بعد چنئی کی ٹیم کی آئی پی ایل میں واپسی ہوئی تھی۔لیکن ان دوسالوں میں ٹیم کی دھار کند نہیں ہوئی۔ممبئی کے وانکھیڈے اسٹیڈیم میں چنئی کی ٹیم نے حیدرآباد سن رائزرس کو باآسانی شکست دیدی۔اس طرح دھونی اور چنئی سپر کنگس کا آئی پی ایل میں دبدبہ قائم رہا۔ ادھر فائنل میں شکست سے دوچار ہوئی سن رائزرس حیدرآباد ٹیم نے کرکٹ شائقین کا دل جیت لیا۔ٹیم کی کارکردگی پورے ٹورنامنٹ میں شاندار رہی۔خاص کر ٹیم کی گیند بازی کمال کی رہی۔آئی پی ایل کے اس سیزن میں کئی بدلاؤ دیکھنے کو ملے۔جہاں تمام ٹیموں میں کھلاڑیوں کوازسرنو منتخب کیا گیا تھا۔تو وہیں کھلاڑیوں کی بولی بھی نئے سرے سے ہی لگی تھی۔اور چنئی اورراجستھان کی ٹیموں کی دوسال کے وقفے کے بعد ٹورنامنٹ میں واپسی ہوئی تھی۔۔خیر۔اس سیزن میں بھی بلے بازوں نے چوکوں چھکوں سے رنوں کا انبار لگایا۔تو وہیں گیند بازوں نے بھی مایوس نہیں کیا۔خاص کراسپن گیند بازوں کا ہی جلوہ دکھا۔آئی پی ایل گیارہ اس لئے بھی یادرکھا جائے گا کیوں کہ اس بارنئے چہروں نے خوب نام کمایا۔بلے بازوں میں رشبھ پنتھ نے سات سو کے قریب رن بنائے اور ٹورنامنٹ کے امرجنگ کھلاڑی بنے۔ان کے علاوہ اشان کشن۔پرتھوی شا۔شریش ایئر۔شبھم گل۔نتیش رانا نے گیند بازوں کی خوب پٹائی کی تو وہیں بالنگ میں میانک مارکنڈے۔مجیب زردان۔سراج احمد اور اویس خان نے اپنے مظاہرے سے سب کوحیران کردیا۔یہ کھلاڑی آئی پی ایل جیسے بڑے پلیٹ فارم پر پہلی بار پرفارم کررہے تھے۔لیکن ان کھلاڑیوں نے اپنے مظاہرے سے سب کا دل جیت لیا۔اور اپنے اپنے ملک کے لئے امید کی ایک کرن بن کے ابھرے۔خاص کر آئی پی ایل کے سیزن گیارہ میں مسلم کھلاڑیوں کا بھی جلوہ دکھا۔آئی پی ایل سیزن گیارہ میں کل انیس مسلم کھلاڑیوں پر بولی لگی۔ان مسلم کھلاڑیوں میں دنیا کے کئی ممالک کے کھلاڑی تو شامل ہی تھے۔ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے بھی کئی مسلم کھلاڑی شامل رہے۔آیئے سب سے پہلے ایک نظر ڈال لیتے ہیں آئی پی ایل سیزن گیارہ میں شریک مسلم کھلاڑیوں پر

عمران طاہر۔جنوبی افریقہ۔چنئی سپر کنگس
آصف کے ایم۔چنئی سپر کنگس
شہباز ندیم۔دہلی ڈیئر ڈیولس
محمد سمیع۔دہلی ڈیئر ڈیولس
اویس خان۔دہلی ڈیئر ڈیولس
مجیب الرحمٰن۔کنگس الیون پنجاب
منظور ڈار۔۔کنگس الیون پنجاب
مستفیظ الرحمان۔ممبئی انڈینس۔بنگلہ دیش
محسن خان۔ ممبئی انڈینس
ظہیر خان پکتین۔راجستھان رائلس
سرفراز خان۔رائلس چیلنجرس بنگلورو
محمد سراج۔رائلس چیلنجرس بنگلورو
معین علی۔رائلس چیلنجرس بنگلورو۔انگلینڈ
راشد خان۔سن رائزرس حیدرآباد۔افغانستان
سید خلیل احمد۔سن رائزرس حیدرآباد
شکیب الحسن۔سن رائزرس حیدرآباد۔بنگلہ دیش
یوسف پٹھان۔سن رائزرس حیدرآباد
محمد نبی۔سن رائزرس حیدرآباد۔افغانستان

سید مہدی حسن۔سن رائزرس حیدرآباد

پہلی بار اتنی تعداد میں مسلم کھلاڑی آئی پی ایل میں شامل ہوئے۔اور ان مسلم کھلاڑیوں پر اچھی خاصی پیسوں کی بولی بھی لگی۔کولکاتا نائٹ رائڈرس کو چھوڑ کر تمام فرنچائز نے مسلم کھلاڑیوں پر بولی لگائی۔کولکاتا نائٹ رائڈرس نے اس مرتبہ ایک بھی مسلم کھلاڑی کو شامل نہیں کیا۔اس سے پہلے سال دو ہزار استرہ میں آئی پی ایل کے سیزن دس میں کئی مسلم کھلاڑیوں نے کولکاتا نائٹ رائڈرس کی نمائندگی کی تھی۔ یوسف پٹھان۔شکیب الحسن اور اقبال عبداللہ جیسے کھلاڑیوں کو اس مرتبہ کولکاتا نائٹ رائڈرس انتظامیہ نے موقع نہیں دیا۔آئی پی ایل سیزن گیارہ میں کولکاتا نائٹ رائڈرس ٹیم انتظامیہ نے کسی بھی مسلم کھلاڑی پر بولی نہیں لگائی۔ حالاں کہ شارخ خان سے ٹیم کے جڑے ہونے سے ایک بڑی تعداد ٹیم کا سپورٹ کرتی رہی ہے۔خیر۔ آئی پی ایل سیزن گیارہ میں سب سے زیادہ مسلم کھلاڑی سن رائزرس حیدرآباد کی جانب سے کھیلتے نظر آئے۔ایک نظر ان مسلم کھلاڑیوں پر ڈال لیتے ہیں جن پر آئی پی ایل سیزن الیون میں پیسوں کی برسات ہوئی

افغانستان کے راشد خان کو نو کروڑ میں سن رائزرس حیدرآباد نے ری ٹین کیا

افغانستان کے ہی مجیب الرحمٰن کو کنگس الیون پنجاب نے چار کروڑ میں خریدا

شہباز ندیم کو تین کروڑ بیس لاکھ میں دہلی ڈیئر ڈیولس نے خریدا

خلیل احمد کو تین کروڑ میں سن رائزرس حیدرآباد نے خریدا

آئی پی ایل کے سیزن گیارہ میں 19 مسلم کھلاڑیوں میں سے حالاں کہ چند نے ہی اچھی کارکردگی پیش کی۔لیکن ٹورنامنٹ میں شامل ہونے سے ان کھلاڑیوں کو پیسے کے ساتھ ہی ساتھ سینئر کھلاڑیوں کا تجربہ بھی ملا۔افغانستان کے راشد خان۔اپنی جادوئی گیند بازی کے چلتے پورے ٹورنامنٹ پر چھائے رہے۔جب جب حیدرآباد کی ٹیم مشکل میں دکھی۔تب تب راشد نے اپنے دم پر میچ جتایا۔سن رائزرس حیدرآباد کو فائنل میں پہنچانے میں بھی راشد خان کا ہی سب سے اہم کردار رہا۔راشد کی گگلی اور اسپن کے آگے کوئی بھی بلے باز نہیں ٹک سکا۔یہی وجہ تھی کہ راشد آئی پی ایل دو ہزار اٹھارہ سیزن میں سب سے زیادہ وکٹ لینے والے گیند بازوں میں شامل تھے۔راشد کے علاوہ افغانستان کے ہی مجیب الرحمٰن نے بھی بہترین مظاہرہ کیا۔چنئی کی ٹیم سے کھیلنے والے افریقی گیند باز عمران طاہر نے بھی ہمیشہ کی طرح نپی تلی گیند بازی کی۔ دنیا کی دوسری ٹیموں کے کھلاڑیوں کے علاوہ اگر بات ہندوستانی مسلم کھلاڑیوں کی کی جائے تو کئی ایسے نوجوان چہرے اس سیزن میں ابھر کر سامنے آئے ہیں۔جنہوں نے اپنے مظاہرے سے سب کو مطمئین کیا۔۔ان کھلاڑیوں میں محمد سراج۔ رائلس چیلنجرس بنگلورو۔سرفراز خان۔رائلس چیلنجرس بنگلورو اور اویس خان۔دہلی ڈیئر ڈیولس نے شاندار مظاہرہ کیا۔خاص کر اویس خان اور محمد سراج نے اپنی کارکردگی سے کافی متاثر کیا۔اویس اور سراج نے ٹورنامنٹ میں نپی تلی گیند بازی کی۔ اویس خان نے 48.71 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گیند بازی کر کے شائقین کا دل جیت لیا اور ٹیم انڈیا انتظامیہ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کھلاڑیوں کو ٹیم نے پورا موقع دیا۔یہ کھلاڑی ملک کا مستقبل ہیں۔اور آنے والے دنوں میں ٹیم انڈیا کی نمائندگی کرتے نظر آسکتے ہیں۔

مولانا شبلی کی اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ

(مؤلف: ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی)

مبصر: پروفیسر علی احمد فاطمی

ناشر: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

سال اشاعت: ۲۰۱۴ء۔ صفحات: 248۔ قیمت:250

ملنے کا پتہ: شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ، پرانی حویلی حیدرآباد۔

مولانا شبلی نعمانی کی اصل حیثیت تو ایک عالم، مورخ، سوانح نگار اور ادیب کی ہے، لیکن مولانا نے عربی، فارسی اور اردو میں شاعری بھی کی ہے اور خوب کی ہے لیکن ان کی غیر معمولی علمی اور تاریخی کتابوں کے آگے وہ پس منظر میں ہی رہی۔ اردو ادب میں ان کی بلند قامت حیثیت ''شعر العجم'' اور ''موازنہ انیس ودبیر'' کی وجہ سے قائم ہوئی۔ ہر چند کہ ان کے محبوب شاگرد علامہ سلیمان ندوی نے ان کا کلیات شائع کر دیا اور اس پر ایک عمدہ معلوماتی، تبصراتی مقدمہ بھی۔ بعض دیگر حضرات نے بھی شبلی کی شاعری پر طویل و وقیع مضامین لکھے ضرور لیکن پھر بھی شبلی کا تبحر علمی، مذہبی شخصیت اور تاریخ ساز ہونے کا رعب اس قدر حاوی رہا کہ شاعری پر گفتگو پھیکی اور دھندلی سی رہی البتہ ترقی پسند شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے اکثر بزرگ نقادوں نے پس منظر پر گفتگو کرتے ہوئے حالی و شبلی کا ذکر ضرور کیا ہے۔ لیکن یہاں بھی حالی اور آزاد کا ذکر زیادہ ہے شبلی کا کم، اس کمی کو دیکھتے ہوئے جب گذشتہ دنوں حیدرآباد کے سفر میں شبلی کی شاعری پر باقاعدہ ایک مکمل کتاب ہاتھ لگی تو حیرت ہوئی اور مسرت بھی۔ ''جس طرف دیکھا نہ تھا اب اس طرف دیکھا تو ہے''۔

یہ کتاب محمد محامد ہلال اعظمی کی ہے۔ یہ مقالہ ہے جو یونیورسٹی آف حیدرآباد کے لئے برائے ایم فل لکھا گیا ہے، ان دنوں جبکہ ایم فل/پی ایچ ڈی کے مقالے خاصے کمزور لکھے جا رہے ہیں، ایسی صورت میں ایم فل کا مقالہ جو کتابی شکل میں ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں صرف تین ابواب ہیں لیکن تینوں ابواب تفصیلی ہیں، جن میں پوری صداقت کے ساتھ معروضیت کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ پہلے باب میں ''مولانا شبلی کی حیات اور ان کا شاعرانہ ماحول'' پر گفتگو کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں کلیات شبلی کا تعارف ہے جو سو صفحات پر مشتمل ہے، ظاہر ہے کہ اس میں صرف تعارف ہی نہیں ہے بلکہ عمدہ تجزیہ بھی ہے اور پوری شاعری کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، مثنوی اور قصیدہ، مذہبی، اخلاقی شاعری، سیاسی نظمیں اور بعد میں مرثیہ و متفرقات۔ ہر نظم کا واقعہ، پس منظر اور شبلی کا رویہ اور نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ آخری باب جو بیحد اہمیت رکھتا ہے، جس میں شبلی کی شاعری کا فنی اور فکری جائزہ لیا گیا ہے، فنی حوالوں سے تشبیہ، استعاروں، محاکات وغیرہ کی تلاش کی گئی ہے، جو ایک مشکل کام تھا، اس لئے عموماً سماجی اور سیاسی شاعری میں فکر کا عنصر زیادہ ہوا کرتا ہے، فن کا کم۔ راست طور پر مخاطب کا انداز یوں بھی ابہام کا قائل نہیں ہوا کرتا، اس لئے شبلی کی شاعری کا فنی جائزہ ایک مشکل کام تھا، جسے مصنف نے بڑی عرق ریزی سے پیش کیا ہے۔ اس کے بعد سب سے آخر میں فکرِ شبلی، شاعر کے مقام کا تعین بھی ملتا ہے۔ ہر چند کہ اس مقام کے تجزیے میں کہیں کہیں عقیدت اور جذباتیت بھی کام کرتی دکھائی دیتی ہے، یہ فطری ہے ان لوگوں کے لئے اور بھی جو اعظمی ہیں۔ یہ کتاب بیحد اہم ہے اور شبلی کی حیات اور شاعری پر کھلی گفتگو کرتی ہے۔ ایک ایسے سال پہ جب کہ شبلی کی وفات کے سو برس منائے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کی آمد و اشاعت بیحد مبارک ہے۔ میں مصنف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ماہنامہ صدائے شبلی میں ہر ماہ ادارے کی طرف سے کتاب پر تبصرہ کیا جائے گا، اس لئے مصنفین، مولفین اور مرتبین سے گزارش ہے کہ وہ تبصرے کے لئے دو عدد کتابیں ضرور ارسال کریں۔ (ادارہ)